درعدالتِ عظمیٰ پاکستان

اپیلیٹ اختیارِ سماعت

فوجداری اپیل نمبر 39-L/2015

(برخلاف عدالتِ عالیہ لاہور کے فیصلے مورخہ 16.10.2014 جو فوجداری اپیل نمبری 2509/2010 اور ایم آر نمبری 614/2010 میں دیا گیا)

مسماۃ آسیہ بی بی — اپیل کنندہ

بنام

ریاستِ پاکستان وغیرہ — مسؤل الیہان

منجانب اپیل کنندہ: جناب سیف الملوک، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

منجانب ریاست: جناب زبیر احمد فاروق، ایڈیشنل پراسیکیوٹر جنرل

منجانب شکایت گزار: جناب غلام مصطفیٰ چوہدری، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

تاریخِ سماعت: مورخہ 8 اکتوبر 2018

فیصلہ

میاں ثاقب نثار، چیف جسٹس:

اَشْھَدُاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی عبادت کے لائق نہ ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں''۔

مندرجہ بالا کلمہ شہادت جو اسلام کی روح ہے سے آشکار ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خدا (عبادت کے لائق) نہ ہے اور نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ یہ ہمارا پختہ ایمان ہی ہے جس کی بناء پہ ہم ان دیکھے اللہ کے روبرو سجدہ ریز ہوتے ہیں اور یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اسکا کوئی شریک نہ ہے۔

2۔ حرمتِ نبی کریمؐ کی توثیق بھی کلمۂ شہادت سے ہوتی ہے جیسا کہ اُن کا نام اللہ تبارکِ تعالیٰ کے نام کے ہمراہ لیا جاتا ہے لہذا رسولِ کریمؐ کا مقدس نام زبان پر لاتے ہوئے انتہائی احتیاط ملحوظ رکھی جانی چاہئیے۔ برداشت اسلام کا اصولِ زریں ہے۔ یہ نہ صرف ہماری مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری ہے بلکہ یہ انسانی تکریم ،مخلوقِ خدا کے مابین برابری فکرو وجدان اور عقیدہ کی بنیادی آزادی سے متعلق ہے۔اس کا مطلب سمجھوتا کرنا نہ ہے۔ نہ ہی اصولوں کا فقدان یا غیر سنجیدگی ہے بلکہ اس کا مطلب اس حقیقت کو مان لینا ہے کہ انسان جو قدرتی طور پر ایک دوسرے سے ظاہری حلیے، حالات، اندازِ گفتگو، رویے اور اقدار کے لحاظ سے مختلف ہیں انہیں اپنی زندگیاں اپنے انداز سے گزارتے ہوئے امن وامان کے ساتھ رہنے کا حق ہے۔ مذہبِ اسلام کچھ بھی برداشت کرسکتا ہے لیکن یہ ناانصافی، جبر اور انسانی حقوق کی پامالی، جن کا قرآن الکریم میں ابتداء سے ہی اعادہ کیا گیا ہے، کو کسی طور برداشت نہ کرنے کا درس دیتا ہے۔اسلام میں مذہبی آزادی کی مکمل ضمانت فراہم کی گئی ہے۔اسلام مذہبی اعتماد اور ایمان کے معاملے میں دباؤ کو قطعی ممنوع قرار دیتا ہے۔

ترجمہ:

دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت یقینا گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے، پھر جو شخص شیطان کو نہ مانے اور الله پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقه پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں، اور الله سننے والا جاننے والا ہے۔
(سورۃ البقرہ آیت 2:256)

پس بطور مسلمان ہم اس معتبر حکم کے تابع ہیں اور ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم ان حدود کی پاسداری کریں۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

3۔ مندرجہ بالا شعر سے علامہ محمد اقبالؒ جو ایک مشہور رہنما تھے اور ''پاکستان کے روحانی باپ'' مانے جاتے ہیں نے اپنی نظم جوابِ شکوہ میں ہمارے پیارے نبی کریمؐ کی تعریف و تحسین بیان کی جو بلاشبہ مذہبِ اسلام کی بنیادی اساس سمجھی جاتی ہے۔ اس حقیقت سے کسی طور صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت محمد ﷺ تمام اُمتِ مسلمہ میں انتہائی معتبر اور صاحبِ تکریم ہیں اور آپ اللہ تبارک تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہر مخلوق یہاں تک کہ آپؐ سے پہلے آنے والے انبیا سے برتر رتبے کے حامل ہیں۔

آپؐ کی سیرت اعلیٰ ترین اخلاقی اقدار کی عکاس ہے اور تاریخ میں آپؐ کا کردار قابلِ تقلید اور بہترین نمونہ حیات تصور کیا جاتا ہے جس کو دوست اور دشمن سب احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جو حقیقتاً انتہائی عزت و وقار کا متقاضی ہے۔ آپؐ کی تعلیمات بلاشبہ اقوام اور افراد کے طرزِ عمل، سوچ و فکر اور افعال میں مثبت تبدیلی لانے کا موجب بنی ہیں۔ آپؐ کی بے مثال کامیابیوں نے پہلے آنے والے تمام نبیوں میں آپؐ کو اعلیٰ رتبہ عطا کیا۔

4۔ اللہ کے نبیؐ سے بے انتہا اور غیر معمولی عشق ہر مسلمان کے عقیدے کا جزوِ لازم ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل آیات اور احادیث انتہائی اہم اور واضح ہیں:

ترجمہ:

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو خدا اور اس کے رسول سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تك کہ خدا اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا(سورۃ التوبہ آیت 9:24)

ترجمہ:

تارے کی قسم جب غائب ہونے لگے۔ کہ تمہارے رفیق

(محمدﷺ)نہ رستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں۔ اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ یہ(قرآن)تو حکم خدا ہے جو(ان کی طرف)بھیجا جاتا ہے۔ (سورۃ النجم آیات (53:1-4

ابوحُریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے پیغمبرؐ کا فرمان ہے کہ ''اُس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں سے کسی کا ایمان اُس وقت تك مکمل نہیں ہوتا جب تك تم مجھ سے اپنے والد اور اپنی اولاد سے زیادہ محبت نہیں کرتے''۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ: نبی کریمؐ نے فرمایا کہ:''تم میں سے کسی کا ایمان اُس وقت تك مکمل نہیں ہوتا جب تك تم مجھ سے اپنے والد اپنی اولاد اور تمام بنی و نوع انسان سے زیادہ محبت نہ کرو۔''

5۔ اس عشق کے اظہار کا واحد ذریعہ اللہ کے نبیؐ کی تعلیمات کی غیر مشروط اور مکمل تابعداری ہے جس کی تاکید درجِ ذیل آیات سے واضع ہے:

ترجمہ:

(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ العمران 3:31)

ترجمہ:

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تك اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تك مومن نہیں ہوں گے۔(سورۃ النساء 4:65)

ترجمہ

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کردیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔ اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہوگیا(سورۃ الاحزاب آیت 33:36)

6۔ ہمارے نبی کریم ؐ کی عظیم شخصیت اور روحانیت تمام مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ حیات ہے جس کا اظہار واضح طور پر درجِ ذیل آیات میں کیا گیا ہے:

ترجمہ:

اور جب تم ان کے پاس (کچھ دنوں تك) کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے (اپنی طرف سے)کیوں نہیں بنالی۔ کہہ دو کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس آتا ہے۔ یہ قرآن تمہارے پروردگار کی جانب سے دانش وبصیرت اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ (سورۃ الاعراف آیت 7:203)

ترجمہ:

تم کو پیغمبر خدا کی پیروی(کرنی) بہتر ہے(یعنی) اس شخص کو جسے خدا(سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔(سورۃ الاحزاب آیت 33:21)

ترجمہ:

اور تمہارے لئے بے انتہا اجر ہے۔ اور اخلاق تمہارے بہت
(عالی) ہیں۔ (سورۃ القلم آیات 68:3-4)

ترجمہ:

اور(اے محمدﷺ)ہم نے تم کو تمام جہان کے لئے
رحمت(بنا کر) بھیجا ہے(سورۃ النبیاء آیت 21:107)

7۔ قرآن مجید میں نبی ؐکریم کی تعظیم وتکریم صراحت سے بیان کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان آپ ؐ کی ذات پاک کا از حد احترام کریں اور آپ ؐ کا اسم گرامی زبان پر لاتے ہوئے ہر طرح کی احتیاط کریں۔ نہ صرف مناسب الفاظ کا استعمال کریں بلکہ اپنی آواز کو نیچا رکھیں وگرنہ اُن کے اعمال ضائع ہو جائیں گے جیسا کہ درجِ ذیل آیات میں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ:

اور یہ جو یہودی ہیں ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں
کہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانا اور سنیئے نہ سنوائے جا
اور زبان کو مروڑ کر اور دین میں طعن کی راہ سے (تم سے
گفتگو)کے وقت راعنا کہتے ہیں اور اگر(یوں)کہتے ہیں کہ
ہم نے سن لیا اور مان لیا اور(صرف)اسمع اور(راعنا کی
جگہ)انظرنا (کہتے)تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور بات
بھی بہت درست ہوتی لیکن خدا نے ان کے کفر کے سبب ان
پر لعنت کر رکھی ہے تو یہ کچھ تھوڑے ہی ایمان لاتے
ہیں(سورۃ النساء آیت 4:46)

ترجمہ:

اے اہل ایمان ! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو(ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہوجائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ (سورۃ الحجرات آیت 49:2)

ابنِ تیمیہ،متذکرہ بالا آیت کی وضاحت کرتے ہوئے روای ہیں کہ ''اس آیت میں ایمان رکھنے والوں کو منع کیا گیا ہے کہ وہ اپنی آوازیں نبیؐ کریم کی آواز سے اونچی نہ کریں کیونکہ نبیؐ کریم کے روبرو اپنی آوازیں اونچا کرنے سے اُن کے اعمال ضائع ہو جائیں جس کا انہیں ادراک نہیں۔''

اللہ تبارک تعالیٰ نے نبیؐ کریم کے دشمن کو اللہ تبارک تعالیٰ کا دشمن قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ نہ صرف اِس فانی دنیا میں بلکہ اس کے بعد ابدی زندگی میں وہ جو ایمان نہیں لائے اور آپؐ کی (نعوذ باللہ) بے حرمتی کی سخت سزا ہے۔ برائے حوالہ کچھ آیات ذیل میں دی گئی ہیں:

ترجمہ:

تم ان کے لیے بخشش مانگو یا نہ مانگو۔ (بات ایک ہے)۔ اگر ان کے لیے ستر دفعہ بھی بخشش مانگو گے تو بھی خدا ان کو نہیں بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول سے کفر کیا۔ اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا(آیت 9:80)

ترجمہ:

اور اسی طرح ہم نے گنہگاروں میں سے ہر پیغمبر کا دشمن

بنا دیا۔ اور تمہارا پروردگار ہدایت دینے اور مدد کرنے کو کافی ہے۔ (آیت 25:31)

ترجمہ:

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ پھر جس (کام) سے منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگے اور یہ تو گناہ اور ظلم اور رسول (خدا) کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں۔ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جس(کلمے) سے خدا نے تم کو دعا نہیں دی اس سے تمہیں دعا دیتے ہیں۔ اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ واقعی پیغمبر ہیں تو) جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا؟(اے پیغمبر) ان کو دوزخ(ہی کی سزا) کافی ہے۔ یہ اسی میں داخل ہوں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے(آیت58:8)

ترجمہ:

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔ نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور نہ وہ جو اس نے کمایا۔وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو گا۔ اور اس کی جورو بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کے گلے میں مونج کی رسی ہو گی۔ (آیت 5-111:1)

ترجمہ:

جس چیز کے بدلے انہوں نے اپنے تئیں بیچ ڈالا، وہ بہت بری ہے، یعنی اس جلن سے کہ خدا اپنے بندوں میں جس پر چاہتا

ہے، اپنی مہربانی سے نازل فرماتا ہے۔ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب سے کفر کرنے لگے تو وہ(اس کے)غضب بالائے غضب میں مبتلا ہو گئے۔ اور کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔(آیت 2:90)

ترجمہ:

جو لوگ خدا سے اور اس کے پیغمبروں سے کفر کرتے ہیں اور خدا اور اس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے بیچ میں ایك راہ نکالنی چاہتے ہیں۔ وہ بلا اشتباہ کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (آیت 4:150-151)

ترجمہ:

جو لوگ خدا اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر خدا دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(آیت 33:57)

اِس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

”ہر چیز جو کہ نبیؐ کریم کے لئے برائی یا بغض کا موجب بنے چاہے وہ مختلف معنوں کے حامل الفاظ کا استعمال ہو یا ایسا کوئی عمل ہو جو آپؐ کی حرمت پر حرف لانے کا باعث بنے اِس برائی یا بغض کا حصہ ہے“۔ (الجامع (لاحکام القرآن) جلد14 صفحہ 238)

علامہ اسماعیل حقانی اِس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’الـلـه اور اللہ کے نبیؐ کے لئے برائی یا بغض سے مراد صرف الـلـه کے پیغمبر کی اذیت ہے۔ در حقیقت اللہ تبارك تعالیٰ کا ذکـر آیت میں صرف نبیؐ کریم کا رتبه اور تعظیم بیان کرنے کے لـئـے آیـا ہے تـا کـه یـه ظاہر ہو سکے که نبیؐ کریم کے لئے بـغـض یـا برائی رکھنا در حقیقت اللہ کے لئے بغض یا برائی رکھنے کے مترادف ہے‘‘۔

ایک اور آیت میں اس طرح لکھا گیا ہے:

ترجمہ:

اور ان مـیـں بـعـض ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیـں که یه شخص نرا کان ہے۔ (ان سے)کہه دو که(وہ) کـان (ہے تـو) تـمـہـاری بهـلائـی کـے لیـے۔ وہ خـدا کـا اور مومنوں(کی بات) کا یقین رکھتا ہے اور جو لوگ تم میں سے ایـمـان لائے ہیں ان کے لیے رحمت ہے۔ اور جو لوگ رسول خـدا کـو رنـج پہـنـچـاتے ہیں ان کے لیے عذاب الیم(تیار) ہے۔ مومنو !یـه لـوگ تـمہارے سامنے خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تـاکـه تـم کـو خوش کر دیں۔ حالانکه اگر یه (دل سے) مومن ہـوتـے تـو خـدا اور اس کـے پیـغـمبـر خـوش کـرنے کے زیـادہ مستحق ہیں(آیت 9:61-62 سورۃ التوبه)

ابنِ تیمیہ اِن آیات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

’’آیت نمبر 62 قـرار دیتـی ہے کـه نبیؐ کریم کو ایذاء پہنچانا اللہ اور اُس کے نبیؐ کی مخالفت کرنے کے مترادف ہے‘‘ *الصارم المسلول صفحہ 20اور21*)

یہ آیات، آیت 58:20 سے منسلک ہیں جو کہ درجِ ذیل ہے:

ترجمہ:

جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ
نہایت ذلیل ہوں گے(آیت 58:20،سورۃ المجادلۃ)

پس قرآن الکریم کی یہ تمام آیات واضح طور پر بیان کرتی ہیں کہ پیغمبرؐ کی بے حرمتی کرنے والے یہ تمام لوگ در حقیقت اللہ اور اِس کے پیغمبرؐ کے مخالفین ہیں جن کے متعلق قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ:

ترجمہ:

جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں
تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم
رہیں۔ میں ابھی ابھی کافروں کے دلوں میں رعب وہیبت
ڈالے دیتا ہوں تو ان کے سر مار (کر) اڑا دو اور ان کا پور پور
مار (کر توڑ)دو(آیت 8:12)

ترجمہ:

یہ(سزا) اس لیے دی گئی کہ انہوں نے خدا اور اس کے
رسولؐ کی مخالفت کی۔ اور جو شخص خدا اور اس کے
رسولؐ کی مخالفت کرتا ہے تو خدا بھی سخت عذاب دینے
والا ہے(آیت8:13)

ترجمہ:

اور اگر خدا نے ان کے بارے میں جلاوطن کرنا نہ لکھ رکھا
ہوتا تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دے دیتا۔ اور آخرت میں تو
ان کے لئے آگ کا عذاب(تیار) ہے(آیت59:3)

ترجمہ:

یہ اس لئے کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو شخص خدا کی مخالفت کرے تو خدا سخت عذاب دینے والا ہے (آیت 59:4)

یہ تمام آیات واضح طور پر اللہ اور اُس کے رسولؐ کے مخالفین، جن میں حرمتِ رسولؐ پر حرف اٹھانے والے بھی شامل ہیں، کے لئے انتہائی سزا یعنی سزائے موت تجویز کرتی ہیں۔ پس کسی کو بھی کسی طور پر تحریری یا زبانی الفاظ کی صورت میں بلواسطہ یا بلاواسطہ حضرت محمدؐ کے مقدس نام کی بے توقیری یا بے حرمتی کرنے کی اجازت نہ ہے۔ اگر کوئی نبی پاکؐ کی بے توقیری کے مرتکب پا گیا تو وہ سزا کا مستوجب ہوں گا۔ تاریخ اس امر کی گواہ رہی ہے کہ جب کبھی بھی توہینِ رسالتؐ کی کوشش کی گئی تو اُمتِ مسلمہ، جو چاہے دُنیا کے کسی بھی کونے میں آباد ہو، نے ہمیشہ متحد ہو کر اس بے حرمتی کے خلاف آواز اُٹھائی اور کھل کر ردِ عمل کا اظہار کیا جس کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی چیز جو کسی طرح بھی آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے کسی پہلو پر تعرض کا موجب بنے مسلمانوں کو ناقابلِ برداشت حد تک مشتعل کر دیتی ہے جس کے نتیجے میں شدید نقضِ امن کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے جس کے نتائج انتہائی مہلک اور تباہ کن ہو سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے قانون میں دفعہ 295-C کا اضافہ کیا گیا ہے تا کہ متذکرہ بالا توہین کے مرتکب افراد کو قانون کے کٹہرے میں کھڑا کیا جا سکے۔

9۔ یہاں 1923 میں رُو پذیر ہونے والے واقعے کا حوالہ دینا مناسب ہوگا جب ایک کاذب شخص ''رجپال'' نے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں نبی کریمؐ خاتم النبین کی ذاتِ اقدس کے متعلق توہین آمیز مواد تحریر تھا۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اس پر احتجاج کرتے ہوئے ایک تحریک کا آغاز کیا اور کتاب پر پابندی کا مطالبہ کیا۔ نتیجتاً 1927 میں حکومتِ برطانیہ ایسا قانون نافذ کرنے پر مجبور ہوگئی جس میں دیگر مذاہب کے بانیان اور راہنماؤں کی بے حرمتی کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ جیسے مجموعۂ تعزیراتِ پاکستان میں دفعہ 295-A شامل کی گئی۔ تاہم، مسلمان اس پر مطمئن نہ تھے اور غازی علم دین شہید بالآخر رجپال کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ مقدمے کی سماعت کے بعد علم الدین مجرم ٹھہراتے ہوئے موت کی سزا دی گئی۔ آج مسلمان اُس کو سچا عاشقِ رسولؐ گردانتے ہیں۔

10۔ آزادی کے بعد، اس عمل کو یقینی بنانے کے لئے کہ توہینِ رسالتؐ کی کوئی کوشش نہ ہو سکے، مجموعۂ تعزیراتِ پاکستان 1860 میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ کیا گیا جو کہ اس طرح ہے:

''دفعہ 295-C: (رسولِ پاک ﷺ کے متعلق توہین آمیز الفاظ کا اظہار وغیرہ:

> جو کوئی بھی تحریری یا زبانی الفاظ سے یا بظاہر تمثیل یا کسی نسبت سے یا کسی اشارے یا کنائے سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی توہین کا مرتکب ہو گا اُس کو سزائے موت یا عمر قید کی سزا اور جرمانے کی ادائیگی کا مستوجب ٹھہرایا جائے گا۔''

اِس شق کے مطابق، توہین رسالت کے عمل کو قابلِ سزا قرار دیا گیا ہے اور مقرر کردہ سزا یا تو موت ہے یا عمر قید بمعہ جرمانہ ہے۔ اس شق کی موثریت وفاقی شرعی عدالت کی جانب سے مقدمہ محمد اسماعیل قریشی بنام پاکستان بذریعہ سیکرٹری قانون اور پارلیمانی امور [PLD 1991 FSC 10] میں جانچی گئی تھی جہاں عدالت نے قرار دیا کہ دفعہ 295-C (ت پ) اِس حد تک اسلام کے بنیادی اصولوں سے منافی ہے کہ یہ عمر قید کی سزا بھی تجویز کرتا ہے جو ایک طرح سے سزائے موت کے متبادل ہوتی ہے اور یہ قرار دیا گیا کہ ''توہینِ رسالتؐ'' کی سزا موت ہی ہونی چاہیئے۔ مزید یہ بھی قرار دیا گیا کہ اگر اسلامی جمہوریہ پاکستان کا صدر 30 اپریل 1991 سے قبل قانون میں ترمیم نہیں کرتے تب دفعہ 295-C کو مذکورہ فیصلے کی روشنی میں ترمیم شدہ تصور کیا جائے گا۔ اس ضمن میں ایک اپیل عدالتِ عظمیٰ کے شریعت اپیلٹ بینچ میں دائر کی گئی جو عدم پیروی استغاثہ کی وجہ سے خارج ہو گئی۔

11۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ تمام عالم میں امتِ مسلمہ حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس سے گہری عقیدت اور لگاؤ رکھتی ہے یہاں تک کہ اپنے والدین، اولاد اور اپنی زندگیوں سے زیادہ محبوب رکھتی ہے۔ کسی کو بھی حضرت محمد ﷺ کی ناموس پر حرف لانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، نہ ہی توہین رسالتؐ کے مرتکب شخص کو سزا دیئے بغیر چھوڑا جاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ حکومت نے قومی اور بین الاقوامی سطح پر کوشش کی ہے کہ توہین رسالتؐ کے واقعات میں کمی واقع ہو۔ مثال کے طور پر مارچ 2009 میں ہماری حکومت نے اقوام متحدہ کی کونسل برائے انسانی حقوق کے روبرو جنیوا میں ایک قرارداد پیش کی جس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ ''مذاہب کی توہین'' کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف متصور کیا جائے جس کے تحت اقوامِ عالم سے ''مذاہب کی توہین'' کے خلاف قانون سازی کا مطالبہ کیا گیا۔ قرارداد مورخہ

26.03.2009 کو بے پناہ تحفظات کے باوجود منظور کر لیا گیا۔ یوں ہماری حکومت بین الاقوامی سطح پر آزادیٔ اظہار کی بنیاد پر مذہب اور عقیدوں کی توہین کی کوششوں کی حدود متعین کرنے میں کامیاب ہوگئی۔عوامی رابطے کی ویب سائٹ ''فیس بک'' کو بند کر دیا گیا کیونکہ اِس نے ایک ایسا صفحہ ترتیب دیا اور اُس کی تشہیر کی گئی جس کو 'یومِ خاکہ نویسی محمدؐ (نعوذ باللہ) برائے خاص و عام'' کا نام دیا گیا۔

یہ رسولِ کریمؐ کے متبرک نام کی توہین کرنے کی دل آزار اور مبنی بر عناد شرارتوں کو روکنے کے لئے مقتدر حلقوں کی ایک اور کوشش تھی۔ یہ پابندی اُس وقت اُٹھالی گئی جب فیس بک انتظامیہ نے متذکرہ صفحہ تک رسائی ممنوع کر دی۔ جون 2010 میں تقریباً 17 ویب سائٹوں کو اس بناء پر بند کیا گیا کہ اُن پر ایسا مواد موجود تھا جو مسلم اُمہ کی دل آزاری کا باعث اور توہین آمیز تھا۔اُس وقت سے مقتدر ادارے اِن ویب سائٹوں پر موجود مواد کی نگرانی کر رہے ہیں جن میں گوگل، yahoo، یو ٹیوب، ایمزون، MSN، ہاٹ میل اور بنگ Bing اور عوامی رابطے کی ویب سائیٹس شامل ہیں جو کہ بین الاقوامی سطح پر مستعمل ہیں اور عوام پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں۔

12۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کسی کو بھی حضرت محمدﷺ کی توہین کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی جرم کو سزا کے بغیر چھوڑا جاسکتا ہے لیکن اس کا ایک اور پہلو بھی ہے بعض اوقات کچھ مذموم مقاصد کے حصول کے لئے قانون کو انفرادی طور پر غلط طریقے سے استعمال کرتے ہوئے توہینِ رسالتؐ کا جھوٹا الزام عائد کیا جاتا ہے۔حقائق کے مطابق 1990 سے تقریباً 62 افراد توہینِ رسالتؐ کے الزام کی بناء پر قانون کے مطابق اپنے مقدمے کی سماعت سے قبل ہی موت کے گھاٹ اُتارے جاچکے ہیں۔ یہاں تک کہ نامور شخصیات جنہوں نے اس امر کا اعادہ کیا کہ توہینِ رسالتؐ کا قانون چند افراد کے ہاتھوں غلط استعمال ہو رہا ہے بھی خطرناک نتائج کا سامنا کر چکے ہیں۔اس قانون کے غلط استعمال کی ایک حالیہ مثال مشعال خان کا قتل ہے جو مردان کی عبدالوالی خان یونیورسٹی کا طالب علم تھا جس کو اپریل 2017 میں یونیورسٹی کے احاطے میں ایک مشتعل ہجوم نے صرف اس الزام پر قتل کر دیا کہ اُس نے کوئی توہین آمیز مواد آن لائن پوسٹ کیا ہے۔

13۔ یہاں ایوب مسیح کے مقدمے کا حوالہ دیا جانا بھی مناسب ہے جس پر توہین کا الزام اُس کے ہمسائے محمد اکرم نے لگایا تھا۔مبینہ وقوعہ 14 اکتوبر 1996 کو پیش آیا ملزم کو گرفتار کر لیا گیا لیکن گرفتاری کے باوجود علاقے عیسائیوں کے گھر جلا دیئے گئے اور تمام عیسائی آبادی جو چودہ گھرانوں پر مشتمل تھی کو گاؤں چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ملزم ایوب کو سیشن کورٹ کے احاطے میں گولی مار کر زخمی کیا گیا اور بعدازاں جیل میں اُس پر دوبارہ حملہ کیا گیا مقدمے کی سماعت

ختم ہونے پر ایوب کو مجرم قرار دے کر موت کی سزا سنائی گئی، عدالتِ عالیہ نے سزا کی توثیق کی تاہم عدالتِ ہذا میں اپیل کی سماعت کے دوران یہ واضح ہوا کہ دراصل شکایت کنندہ اُس پلاٹ پر قبضہ کرنا چاہتا تھا جس پر ایوب اور اُس کا والد رہائش پذیر تھے اور یوں ایوب کو مذکورہ مقدمے میں پھنسا کر وہ اُس کے سات مرلے کے پلاٹ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لہٰذا مذکورہ اپیل عدالتِ ہذا نے منظور کر لی تھی اور سزا کو کالعدم قرار دے دیا۔

14۔ اس مقام پر، یہ اعادہ کرنا لازم ہے کہ مذہب اسلام قرآن الکریم کی تعلیمات کے مطابق دیگر کئی اچھے اوصاف کے علاوہ بنی نوانسان کے ساتھ محبت اور شفقت کا سلوک روا رکھتے ہوئے آپس میں امن و آشتی سے رہنے کا درس دیتا ہے۔ یہ کتاب اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ راہنمائی کے اصولوں کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے جس کے ذریعے ہمیں علم کی دولت سے نوازا گیا جو کہ حتمی کتاب ہے اس میں کسی طور ترمیم نہیں کی جا سکتی۔ قرآن کریم اللہ کے احکامات کا مخزن ہے جو زندگی گزارنے کے رہنما اصول مہیا کرتا ہے اور ہمیں نظریہ برداشت کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن یہ ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ جب تک کوئی آئین میں مروجہ شفاف طریقہ سماعت کے بعد گنہگار ثابت نہیں ہو جاتا ہر شخص کو، بلا امتیاز ذات پات، مذہب و نسل کے، معصوم اور بے گناہ تصور کیا جائے گا۔ قرآن پاک میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ:

ترجمہ:

اس قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو)ناحق (قتل کرے گا)یعنی (بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملك میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا اور ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلیلیں لا چکے ہیں پھر اس کے بعد بھی ان سے بہت سے لوگ ملك میں حدِ اعتدال سے نکل جاتے ہیں(آیت (5:32

مزید برآں، یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ سزا دینا ریاست کی ذمہ داری ہے کسی بھی فرد کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے اور خود سے سزا دینے کی اجازت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ توہینِ رسالتؐ وغیرہ کے ملزم کو بھی مجاز عدالت کے روبرو اپنا دفاع کرنے کا جائز موقع دیا جانا چاہیئے تا کہ انصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں اور مذموم مقاصد کے حصول کے لئے جھوٹے الزام لگانے کا تدارک ہو سکے۔

15۔ یہ امر ہمارے لیئے باعث فخر ہے اور اطمینان ہے کہ ہم تحریری آئین اور قوانین کے تابع ہیں۔ آئین میں آرٹیکل 4 کے تحت قرار دیا گیا ہے کہ ''ہر شخص کو قانون کا تحفظ حاصل ہے اور ہر شہری کے ساتھ بمطابق قانون سلوک کیا جانا اُسکا ناگزیر حق ہے چاہے وہ پاکستان میں کہیں بھی موجود ہو چاہے وقتی طور پر ہی''۔ بطور خاص

ا) کوئی ایسا فعل جو کسی شخص کی زندگی، آزادی، جسم، ساکھ یا جائیداد کے لیئے نقصان دہ ہو قانون کے مطابق عمل میں لایا جائے گا؛

ب) کسی بھی شخص کو کوئی ایسا عمل کرنے سے نہیں روکا جائے گا جو قانون کے مطابق ہو اور نہ ہی کسی شخص کو ایسا کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا جس کا کیا جانا قانون کے مطابق ممنوع ہو"۔

آئین کے آرٹیکل 37 کے تحت یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستان کی عوام کو سستے اور فوری انصاف کی فراہمی کو یقینی بنائے۔ اسی طرح آئین کے آرٹیکل (2)175 کے مطابق ''کسی بھی عدالت کا اختیار سماعت قانون کے تحت آئین میں مہیا کردہ حدود تک محدود ہوگا''۔ مجموعہ ضابطہء فوجداری مجریہ 1898ء کی دفعہ 28 قرار دیتی ہے کہ ضابطے کی دیگر دفعات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کے تحت کسی جرم کی سماعت یا تو

ا) عدالتِ عالیہ کرے گی یا

ب) سیشن عدالت کرے گی یا

ج) کوئی دیگر عدالت جس کے تحت مذکورہ جرم جدول دوئم کے کالم 8 میں سماعت کیا جانا مقصود ہو کرے گی۔

پس آئین اور قانون میں مرّوجہ احکامات کے تحت یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ یقینی بنائے کہ مُلک میں '' توہین رسالتؐ '' کا کوئی واقعہ رو پذیر نہ ہو۔ ایسے کسی جرم کے ارتکاب کی صورت میں صرف ریاست کو اختیار ہے کہ وہ قانون کی مشینری کو حرکت میں لائے اور ملزم کو با اختیار عدالت کے سامنے پیش کر کے اُس کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کرے۔

یہ افراد یا گروہ کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ کوئی جرم دفعہ 295-C ت پ کے تحت سرزد کیا گیا ہے کہ نہیں۔ کیونکہ جیسا پہلے بیان کیا گیا یہ عدالت کی ذمہ داری ہے کہ مقدمے کی مکمل سماعت اور مصدقہ شہادتوں کو پرکھنے کے بعد اس قسم کا فیصلہ کرے۔ کوئی اور متوازی اتھارٹی کسی بھی قسم کے حالات میں کسی فرد یا گروہ کو نہیں دی جا سکتی۔ اسی وجہ سے عدالتِ ہٰذا نے قرار دیا ہے کہ '' توہین کا ارتکاب انتہائی نا زیبا اور غیر اخلاقی عمل ہے اور عدم برداشت کو جنم دیتا ہے لیکن دوسری طرف، قابلِ سزا قرار دینے سے پہلے ، توہین کے ارتکاب کے متعلق ایک جھوٹے الزام کو بھی پوری طرح سے پرکھا جانا ضروری ہے ۔ اگر ہمارا مذہب اسلام توہین کے مرتکب شخص کے لئے سخت سزا تجویز کرتا ہے تو اسلام اس شخص کے خلاف بھی اُتنا ہی سخت ہے جو جرم کے ارتکاب کے متعلق جھوٹا الزام لگائے۔ لہذا یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ کسی معصوم شخص کو جھوٹے الزام کی بنا پر تفتیش اور سماعت کا سامنا نہ کرنا پڑے''۔ (بحوالہ : ملک محمد ممتاز قادری بنام ریاست) [PLD 2016 SC 17]

16۔ اس پس منظر میں اب ہم زیرِ نظر مقدمے کے حقائق کا جائزہ لیتے ہیں۔ زیرِ نظر مقدمے کی ابتداء ایف آئی آر نمبر 326 مورخہ 19.06.2009 کو زیرِ دفعہ 295-C تعزیراتِ پاکستان کے تحت درج شدہ پولیس اسٹیشن ننکانہ صاحب میں ہوئی جو کہ قاری محمد سلام (PW-1) کے ایماء پر درج کیا گیا جس نے بیان کیا کہ مورخہ 14.06.2009 کو اپیل گزار، مسماۃ آسیہ بی بی جو گاؤں کے عیسائی طبقے سے تعلق رکھتی ہے دیگر مسلمان خواتین جن میں معافیہ بی بی (PW-2)، آسماء بی بی (PW-3) اور یاسمین بی بی، متروک گواہ (Given Up PW) کے ساتھ فالسے کے کھیت (جو محمد ادریس (CW-1) کی ملکیت ہے) سے فالسے جمع کر رہی تھیں جہاں پر اپیل گزار نے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے متعلق توہین آمیز الفاظ استعمال کئے ۔ مذکورہ گواہانِ استغاثہ نے وقوعہ کے متعلق شکایت گزار قاری محمد سلام کو مطلع کیا۔ جس نے مورخہ 19.06.2009 کو اپیل گزار کو ایک عوامی اجتماع میں طلب کیا اور وقوعہ کے متعلق معلومات حاصل کیں جہاں پر اپیل گزار نے اپنے جرم کا اقرار کیا اس کے بعد قاری محمد سلام نے پولیس کے پاس ایک درخواست دائر کی جس کی بناء پر مذکورہ ایف آئی آر کا اندراج ہوا۔

17۔ کارروائی کو آگے بڑھانے سے قبل یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ مبینہ وقوعہ چونکہ مکروہ جرم کے زمرے میں آتا

ہے اور اس میں مذہبی جذبات کا عمل دخل ہے اس لئے اس واقعہ نے میڈیا (الیکٹرانک اور پرنٹ) کو متوجہ کیا اور عوام الناس میں اس واقعے سے متعلق انتہائی غم و غصہ پایا جاتا تھا۔

18۔ تفتیش کے لئے اپیل گزار کو گرفتار کر کے پولیس کی جانب سے اُس کا چالان پیش کیا گیا اور ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج، ننکانہ صاحب نے زیرِ دفعہ 295-C تعزیراتِ پاکستان کے تحت کارروائی کا آغاز کیا۔

19۔ دورانِ سماعت استغاثہ نے تقریباً سات گواہان پیش کئے جس میں قاری محمد سلام۔ شکایت گزار (PW-1) وقوعہ کے دو چشم دید گواہان یعنی معافیہ بی بی (PW-2) اور آسماء بی بی (PW-3)، ایک گواہ جس کے روبرو ماورائے عدالت اقبالِ جرم کیا گیا محمد افضل (PW-4) اور تین پولیس کے گواہان (PW-5 to PW-7) شامل ہیں۔ جب کہ استغاثہ کے گواہان یاسمین بی بی اور مختار احمد منحرف ہو گئے۔ اس کے بعد استغاثہ کی گواہی بند کر دی گئی۔ تاہم محمد ادریس جو کہ کھیتوں کا مالک تھا کو بطور عدالتی گواہ (CW-1) پرکھا گیا۔

20۔ اپیل گزار نے اپنا بیان دفعہ 342 ضابطہ فوجداری کے تحت ریکارڈ کروایا جس میں اُس نے بالترتیب اپنے خلاف لگائے گئے الزامات کو رد کیا۔ مزید برآں اس نے یہ بھی بیان دیا کہ اُسے اس مقدمے میں چشم دید گواہان نے بدنیتی سے پھنسایا ہے کیونکہ اُن کے مابین میں پانی کے پلانے پر جھگڑا ہوا تھا جس کی بناء پر فریقین کے درمیان سخت الفاظ کا تبادلہ ہوا اور معاملہ یہاں تک پہنچا لیکن نہ تو اپیل گزار دفعہ (2)340 ضابطہ فوجداری کے تحت برحلف اپنا بیان ریکارڈ کروانے کے لئے پیش ہوئی اور نہ ہی اُس نے اپنے دفاع میں کوئی شہادت پیش کی۔

21۔ سماعت کے اختتام پر عدالتِ ابتدائی نے فیصلہ مورخہ 08.11.2010 کے تحت اپیل گزار کو زیرِ دفعہ 295-C مجرم قرار دیا اور موت کی سزا بمعہ ایک لاکھ روپے جرمانہ سُنائی گئی۔ جرمانے کی ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں مجرمہ کو چھ ماہ قیدِ مزید بھگتنا تھی۔ سزائے موت ریفرنس حوالہ نمبر 614/2010 (جس کو غلطی سے قتل کا ریفرنس تحریر کیا گیا) زیرِ دفعہ 374 ضابطۂ فوجداری عدالتِ سماعت کی جانب سے برائے توثیق سزائے موت عدالتِ عالیہ کو بھیجا گیا۔ جبکہ اپیل گزار نے اپنی سزا کو فوجداری اپیل نمبری 2509/2010 کے تحت چیلنج کیا۔

22۔ مجوزہ عدالتِ عالیہ نے اپیل کی سماعت کرنے اور ریفرنس کا جائزہ لینے کے بعد اپیل گزار کی اپیل خارج

کردی اور ریفرنس کا جواب مثبت میں دیا جس کے نتیجے میں درخواست گزار مسماۃ آسیہ بی بی کی سزائے موت کی توثیق ہوگئی۔ مذکورہ فیصلے کے خلاف اپیل گزار نے عدالتِ ہٰذا کی اجازت سے زیرِ نظر اپیل دائر کی جس میں مورخہ 22.07.2015 کو اجازت دی گئی تا کہ ریکارڈ پر موجود مواد اور شہادت کا جائزہ لیا جا سکے۔

23۔ اس دوران شکایت گزار کے وکیل کی جانب سے بیان کیا گیا کہ زیرِ نظر اپیل گیارہ روز کی تاخیر کے بعد داخل کی گئی ہے۔ لہٰذا یہ صرف اسی وجہ پر خارج کی جانی چاہئے۔ یہاں یہ بیان کیا جانا ضروری ہے کہ جب درخواست برائے اجازت اپیل داخل کی گئی، درخواست گزار جیل کے اندر موت کی کوٹھڑی میں قید تھی۔ موجودہ مقدمے میں چونکہ اپیل گزار کو موت کی سزا سنائی گئی ہے لہٰذا ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ شہادتوں کا بھرپور طور پر جائزہ لیا جائے تا کہ اس کے خلاف دی گئی سزا اور اس کی وجوہات کی درستی کو جانچا جا سکے۔ مزید یہ کہ کیونکہ معاملے میں ایک خاتون کی زندگی اور موت کا سوال ہے اس لئے اپیل کو صرف قانون کی دوشگافیوں کی بنا پر فارغ نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اپیل کی دائری میں ہونے والی تاخیر سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔

24۔ اپیل گزار کا مؤقف یہ ہے کہ وقوعہ کے دن اپیل گزار اور دونوں چشم دید گواہان مسماۃ معافیہ بی بی (PW-2) اور آسماء بی بی (PW-3) کے درمیان کھیت میں جو محمد ادریس کی ملکیت ہے پانی پلانے پر جو کہ اپیل گزار دے رہی تھی کے معاملے پر جھگڑا ہوا تھا، اپیل گزار کی پانی پلانے کی درخواست اس بناء پر رد کر دی گئی تھی کہ وہ ایک عیسائی خاتون ہے اور وہ اس کے ہاتھ سے کبھی پانی نہیں پی سکتیں۔ اس معاملے پر فریقین کے مابین بحث وتکرار اور سخت لفظوں کا تبادلہ ہوا اور جھگڑے کے نتیجے میں اُن خواتین نے شکایت گزار قاری محمد سلام کے ساتھ مل کر معاملے کو غلط رنگ دیا اور اپیل گزار کو اس جھوٹے مقدمے میں پھنسا دیا۔ مزید برآں مبینہ ماورائے عدالت اقبالِ جرم بھی آزادنہ نہ تھا بلکہ زبردستی اور دباؤ کے تحت حاصل کیا گیا تھا کیونکہ شکایت گزار نے اپیل گزار کو زبردستی عوامی مجمع کے سامنے کھڑا کیا جو کہ اُسے مارنے کے درپہ تھے۔ لہٰذا اس اقبالی بیان کی بناء پر سزا نہیں دی جا سکتی۔ مزید یہ کہ ایف آئی آر کی دائری میں پانچ دن کی تاخیر کی گئی جو کہ شدید شک کو ہوا دیتی ہے اور گواہان کی ساکھ پر شُبہ کا سوال اُٹھاتی ہے بلکہ درحقیقت سوچ بچار کے بعد گواہان کی جانب سے ایک جھوٹی کہانی گھڑی گئی اور پولیس کو اطلاع دی گئی۔ مزید یہ کہ پولیس کو دی گئی شکایت ایک وکیل نے تحریر کی۔ اپیل گزار نے اپنے دفعہ 342 ضابطۂ فوجداری کے تحت دیئے گے بیان میں نبی کریم ﷺ اور قرآنِ کریم کے بارے میں مکمل تعظیم کا اظہار کیا اور اس نے یہ بھی بیان کیا کہ وہ تفتیشی افسر کے سامنے بائبل پر حلف اُٹھانے کو تیار ہے تا کہ اپنی معصومیت ثابت کر سکے لیکن تفتیشی افسر نے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی۔ لہٰذا

بے گناہ ہونے کی وجہ سے اپیل گزار کو بری کیا جانا چاہیئے ۔مزید یہ کہ ایف آئی آر کے اندراج کے لئے وفاقی اور صوبائی حکومت سے پیشگی اجازت نہیں لی گئی۔

25۔ یہاں پر سب سے پہلے ہم متعلقہ حکومت سے اجازت کے بغیر شروع کی گئی کارروائی کی قانونی حیثیت کو پرکھیں گے ۔اس ضمن میں یہ اہم ہے کہ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 196 کے تحت کوئی بھی عدالت دفعہ 295-A تعزیراتِ پاکستان کے تحت سرزدکردہ جرائم کی سماعت کا آغاز نہیں کرسکتی جب تک کہ اس ضمن میں شکایت وفاقی اور صوبائی حکومت کی کسی مجاز اتھارٹی یا کسی افسر جس کو اس ضمن میں، مذکورہ حکومتوں کی جانب سے اختیار دیا گیا ہو، نے دائر کی ہو۔لیکن ایسی کوئی ضرورت مجموعۂ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-C کے تحت سرزد کردہ جرم کے خلاف کارروائی کے آغاز کے لئے نہیں ہے۔مزید یہ کہ درخواست گزار کے وکیل نے اس بات پر زور دیا کہ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 156-A کے تحت جب دفعہ 295-C ت پ کے جرم کا ارتکاب ہو تو سپرینٹڈنٹ پولیس سے کم درجے کا افسر مقدمے میں تفتیش کرنے کا مجاز نہیں۔موجودہ معاملے میں چونکہ یہ ظاہر ہے کہ معاملے کی تحقیق و تفتیش محمد ارشد، سب انسپکٹر (PW-7) کو سونپی گئی جس نے دفعہ 161 ضابطۂ فوجداری کے تحت گواہان کے بیان ریکارڈ کئے ،نقشۂ موقع تیار کیا اور ملزمہ کو گرفتار کیا۔لہذا دفعہ 156-A ضابطۂ فوجداری میں مرّوجہ طریقے کی خلاف ورزی کی گئی۔ یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اگرچہ ابتداء میں تفتیش سب انسپکٹر کے سُپرد کی گئی تھی لیکن بعدازاں مراسلہ مورخہ 26.06.2009 کے تحت تحقیق محمد امین بخاری، ایس پی انوسٹی گیشن کے سُپرد کر دی گئی جنھوں نے اس کو مکمل کیا۔ لہذا مذکورہ نُقص کی تصیح ہوگئی۔

26۔ مسوؤل الیہان کی جانب سے اس امر کا اعادہ کیا گیا کہ اپیل گزار نے انتہائی کریہہ جرم سرزد کیا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات بھڑک اُٹھے ہیں، لہذا وہ اس عدالت سے کسی قسم کی نرمی کی مستحق نہیں۔ایف آئی آر کی دائری میں پانچ روز کی تاخیر سے متعلق جو وضاحت عدالت کو دی گئی اس کے مطابق یہ تاخیر معاملے کی نزاکت اور اہمیت کی وجہ سے تھی۔ چونکہ لگائے گئے الزامات انتہائی سنجیدہ نوعیت کے تھے جن کے بارے میں شکایت گزار نے پہلے خود تصدیق کی اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد اور معاملے کو پولیس کے سپرد کیا۔ دونوں چشم دید گواہان جن کی موجودگی میں اپیل گزار کی جانب سے توہین آمیز بیان دیا گیا کو مقدمے کے اہم اور فیصلہ کن امور پر دوبارہ جرح نہیں کیا گیا ۔لہذا ابتدائی اختیارِ سماعت کی عدالت نے اپیل گزار کو صحیح معنوں میں مجرم ٹھہرا کر سزا کا مستوجب قرار دیا ہے۔

27۔ اپیل گزار کے فاضل وکلاء، ایڈیشنل پروسیکیوٹر جنرل اور شکایت گزار کے فاضل وکیل کوسُنا کیا اوران کی معاونت سے موجودہ ریکارڈ کا جائزہ لیا گیا۔

28۔ استغاثہ کا مقدمہ مکمل طور پر دوخواتین مسماۃ معافیہ بی بی (PW2)اوراسماء بی بی (PW3)اوراپیل گُزار کے ماورائے عدالت اقبال جرم کے گرد گھومتا ہے۔ مذکورہ (استغاثہ کی گواہان) نے بیان دیا کہ اپیل گزار نے دیگر مسلم خواتین کی موجودگی میں نبی کریمﷺ کی ذات اقدس کے متعلق توہین آمیز الفاظ بولے۔ یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ بلاشبہ FIR کے مندرجات اور گواہان کے بیانات سے ظاہر ہے کہ جب توہین آمیز الفاظ ادا کیئے گئے وہاں 25 سے 36 خواتین موجود تھیں جبکہ سوائے معافیہ بی بی (PW2)اورآسماء بی بی (PW3) کسی نے معاملے کی اطلاع نہ دی۔اس امر کا بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ مذکورہ خواتین استغاثہ کے موقف کی تائید کے لیئے عدالت میں بھی پیش نہیں ہوئیں۔ دیگر خواتین میں سے ایک یاسمین بی بی (متروک گواہ استغاثہ) جوکہ ابتداء میں گواہان کی فہرست میں شامل تھی لیکن گواہی کے لیئے کٹہرے میں نہیں بلائی گئی اور بالآخراُس کی گواہی کوترک کردیا گیا۔ یہ سب استغاثہ کی کہانی میں شک کوجنم دیتا ہے تاہم اہم گواہان کے بیانات کا تفصیلی جائزہ لیا جانا ضروری ہے تا کہ حتمی طور پر کسی حتمی اورمبنی برانصاف نتیجے پر پہنچا جاسکے۔جبکہ اپیل گزار کے زیرِ دفعہ 342 ضابطہ فوجداری دیئے گئے بیان کی رُو سے یہ عیاں ہے کہ اُس نے اپنے اوپر عائد الزامات کی تردید درج ذیل الفاظ میں کی۔

"میں ایک شادی شُدہ خاتون اور دو بچوں کی ماں ہوں میرا خاوند ایک غریب مزدور ہے میں محمد ادریس کے کھیتوں میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ روزانہ کی اُجرت کے عوض فالسے چُننے جایا کرتی تھی ۔ مبینہ وقوعہ کے روز میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ کھیتوں میں کام کر رہی تھی ۔مسماۃ معافیہ اور مسماۃ اسماء بی بی (گواہان استغاثہ)کے ساتھ پانی بھر کے لانے پہ جھگڑا ہو گیا جو میں نے اُن کو پیش کرنا چاہا لیکن اُنہوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا چونکہ میں عیسائی ہوں اس لیے وہ کبھی بھی میرے ہاتھ سے پانی نہیں پیئے گی اِس بات پر میرے اور استغاثہ کی

گواہان خواتین کے درمیان جھگڑا ہوا اور کچھ سخت الفاظ کا تبادلہ ہوا ۔ اس کے بعد استغاثہ کی گواہان قاری سلام / شکایت گزار تك اُس کی بیوی کے ذریعے پہنچی جو اُن دونوں خواتین کو قر آن پڑھاتی تھی ، اِن استغاثہ کے گواہان نے قاری سلام سے مل کر سازش کے تحت میرے خلاف ایك جھوٹا مقدمہ گھڑا ۔ میں نے پولیس کو کہا کہ میں بائیبل پر حلف اُٹھانے کو تیار ہوں کہ میں نے کبھی حضرت محمد ﷺ کے متعلق توہین آمیز الفاظ بیان نہیں کیے۔ میں قرآن اور اللہ کے پیغمبرؐ کے لیے دِل میں عزت اور احترام رکھتی ہوں لیکن چونکہ پولیس بھی شکایت گزار سے ملی ہوئی تھی اس لیے پولیس نے مجھے اس مقدمے میں غلط طور پر پھنسایا۔ استغاثہ کہ گواہان سگی بہنیں ہیں اور اِس مقدمے میں مجھے بدنیتی سے پھنسانے میں دلچسپی رکھتی ہیں کیونکہ اِن دونوں کو میرے ساتھ جھگڑے اور سخت الفاظ کے تبادلے کی وجہ سے بے عزتی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ قاری سلام /شکایت گزار بھی مقدمے میں اپنا مفاد رکھتا ہے کیونکہ یہ دونوں خواتین اُس کی زوجہ سے قرآن پڑھتی رہیں تھیں۔ میرے آباؤ اجداد اِس گائوں میں قیامِ پاکستان سے رہائش پذیر ہیں۔ میں بھی تقریباً چالیس برس کی ہوں ۔ وقوعے سے پہلے ہمارے خلاف کبھی بھی اِس قسم کی کوئی شکایت نہیں کی گئی ۔ میں عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہوں اور گائوں میں رہتی ہوں لہٰذا اسلامی تعلیمات سے نا بلد ہونے کی وجہ سے میں کیسے اللہ کے نبی ﷺ اور الہامی کتاب یعنی قرآن پاك کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے ہوئے بے ادبی کی مُرتکب ہو سکتی ہوں۔ استغاثہ کا گواہ ادریس بھی ایسا گواہ ہے جو مقدمے میں اپنا مفاد رکھتا ہے کیونکہ اُس کا متذکرہ بالاخواتین سے قریبی تعلق ہے"۔

29۔ اِس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کہ FIR پانچ دِنوں کی تاخیر سے درج کی گئی اِس ضمن میں تاخیر کا ایک ہی عُذر جو شکایت گزار نے پیش کیا وہ یہ ہے کہ وقوعہ 14.06.2009 کو رُونما ہوا لیکن اِس کی اطلاع شکایت گزار کو معافیہ بی بی (PW2)، اسماء بی بی (PW3) اور یاسمین بی بی (متروک گواہِ استغاثہ) نے مورخہ 16.06.2009 کو دی۔ 16.06.2009 سے 19.06.2009 تک وہ اور علاقے کے دیگر افراد وقوعے کے متعلق تحقیقات کرتے رہے اور مکمل اطمینان کے بعد کے وقوعہ رُو پذیر ہوا ہے وہ معاملہ پولیس کے علم میں لائے تاکہ FIR درج کی جا سکے ۔ اِس ضمن میں شکایت گزار کے فاضل وکیل نے عدالتِ ہٰذا کے مقدمات **زر بہادر بنام ریاست** [1978SCMR136] اور **شیراز اصغر بنام ریاست** [1995SCMR 1369] کا حوالہ دیتے ہوئے زور دیا کہ FIR کے اندراج میں ہونے والی تاخیر تمام مقدمات میں مہلک نہیں ہوتی کیونکہ یہ مصدقہ اور قابل اعتبار آنکھوں دیکھی اور واقعاتی شہادت کو ساکت یا ضائع نہیں کرتی ۔ مذکورہ دلیل سے کوئی اختلاف نہ ہے۔ تاہم یہ مشاہدے میں آیا ہے کہ بلا کسی جواز کے عدالت نے ہمیشہ FIR کے اندراج میں تاخیر کو مہلک سمجھا ہے جو استغاثہ کی کہانی میں شک کا موجب ہوتا ہے جس کی وجہ سے ملزم کو شک کا فائدہ پہنچتا ہے۔ عدالت ہٰذا کی جانب سے ہمیشہ یہ قرار دیا جاتا رہا ہے کہ FIR استغاثہ کے مقدمے کی اساس ہوتی ہے جو کہ مقدمے میں ملوث افراد کے خلاف اُن کے گُناہ کو ثابت کرنے کے سلسلے میں استغاثہ کی بنیاد ہوتی ہے۔ پس FIR کا کردار انتہائی مرکزی ہوتا ہے ۔ اگر FIR کے اندراج اور تفتیش کے شروع ہونے میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ شک کو جنم دیتی ہے جس کا فائدہ بلا شبہ ملزم کے سوا کسی اور کو نہیں دیا جا سکتا۔ مزید برآں ابتدائی تفتیش کے بعد FIR درج کرنے سے اُس کی شہادتی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ **حوالہ: افتخار حُسین اور دیگران بنام ریاست** [2004 SCMR 1185]۔ اِس ضمن میں **ذیشان عُرف شانی بنام ریاست** [2012 SCMR 428] کا مقدمہ قابلِ ذکر ہے۔ جس میں قرار دیا گیا ہے کہ FIR کے اندراج میں ایک گھنٹے سے زیادہ کی تاخیر اس استدلال کو مُستند کرتی ہے کہ وقوعہ اِس انداز میں رُو پذیر نہیں ہوا جس طور پر استغاثہ نے اِس کا نقشہ کھینچا ہے اور استغاثہ کی کہانی کو حقیقت کا رنگ دینے کی کوشش کی گئی ہے جو کہ استغاثہ کا کیس ثابت نہ ہوتا ہے۔ اس قسم کی تاخیر اِس لئے مزید سنگین تھی جب کہ متعلقہ تھانہ جائے وقوعہ سے پُختہ سڑک کے ذریعے مُتّصل اور لیکن گیارہ کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ مقدمہ **نُور محمد بنام ریاست** [2010SCMR 1997] میں قرار دیا گیا کہ جب استغاثہ FIR کے اندراج میں ہونے والی بارہ گھنٹے کی تاخیر کے متعلق کوئی مُناسب جواز نہیں پیش کر پائی تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تاخیر مقدمے کے متعلق مشورہ لینے اور تیاری کی وجہ سے ہوئی لہذا یہ امر استغاثہ کے مقدمے کے لیے مہلک ثابت ہوتا ہے۔ مقدمہ **محمد فیاض خان بنام اجمیر خان** [2010SCMR105] میں قرار

دیا گیا کہ جب شکایت خاصی تاخیر کے بعد درج کی جائے اور اِس تاخیر کی کوئی وضاحت شکایت گزار دینے سے قاصر ہو تو اِن حالات میں اُس شکایت کی سچائی پر شک پیدا ہوتا ہے۔ پس ہمارے خیال میں مقدمہ ہٰذا کے حالات و واقعات کی روشنی میں استغاثہ کی جانب سے دیا گیا تاخیر کا عُذر معقول نہیں ہے۔ معاملے کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ شکایت گُزار (PW1) نے اپنے بیان میں قبول کیا ہے کہ FIR کے اندراج کی درخواست ایک وکیل نے لکھی تھی لیکن وہ اُس کا نام نہیں بتا سکتا۔ یہ امر بھی FIR میں درج کہانی کی سچائی پر سوال اُٹھاتا ہے۔

30۔ اس کے علاوہ استغاثہ کے گواہان کے بیان میں بہت سے تضادات اور اختلافات ہیں۔ یہاں تک کہ معافیہ بی بی (PW2) کا ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت دیئے گئے بیان اور دوران جراح دیئے گئے بیان میں فرق پایا گیا: اولاً، اپنی جرح کے دوران اُس نے بتایا کہ عوامی اجتماع میں تقریباً 1000 سے زائد لوگ موجود تھے لیکن اُس کے سابقہ بیان میں یہ نہیں بتایا گیا تھا: دوئم، جرح کے دوران اُس نے کہا کہ عوامی اجتماع اُس کے والد کے گھر پر ہوا تھا جب کہ یہ بات بھی اُس کے سابقہ بیان کا حصّہ نہ تھی: سوئم، دورانِ جرح اُس نے بیان دیا کہ بہت سے عُلماء عوامی اجتماع کا حصّہ تھے لیکن یہ بات بھی اُس کے سابقہ بیان میں شامل نہ تھی۔ اِسی طرح اسماء بی بی (PW3) بھی اپنے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 کے دیئے گئے بیان سے انحراف کرتی رہی: اولاً، اُس نے اپنی جرح کے دوران بیان دیا کہ عوامی اجتماع اُس کے پڑوسی رانا رزاق کے گھر میں ہوا لیکن اِس بات کا ذکر اُس کے سابقہ بیان میں نہ تھا: دوئم، جرح کے دوران اُس نے کہا کہ عوامی اجتماع میں 2000 سے زائد لوگ شریک تھے لیکن اس بات کا تذکرہ اِس کے سابقہ بیان میں نہ تھا۔ محمد افضل (PW4) نے بھی اپنے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت انحراف کیا جب اُس سے جراح کی گئی پہلے اُس نے اپنے سوالِ ابتدائی میں کہا کہ وہ گھر میں موجود تھا جب استغاثہ کی گواہ خواتین شکایت گزار اور مختار احمد کے ہمراہ آئیں اور اُنہوں نے وقوعے کے متعلق تمام تفصیل اُس کو بتائی لیکن اِس امر سے متعلق تذکرہ اُس کے سابقہ بیان میں نہیں ملتا۔ دوئم اپنے بیان ابتدائی (Examination in Chief) میں اُس نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع مختار احمد کے گھر میں ہوا لیکن یہ اُس کے سابقہ بیان میں نہیں بتایا گیا۔ قاری محمد سلام (شکایت گزار/PW1) نے بھی FIR کے اندراج کے لیے دی گئی اپنی درخواست کے حقائق میں ردو بدل کیا۔ اولاً بیان ابتدائی (Examination in Chief) میں اُس نے کہا کہ معافیہ بی بی (PW2)، اسماء بی بی (PW3) اور یاسمین بی بی (متروک گواہ) اُس کو وقوعے کی اطلاع دینے کے لیئے آئیں تو وہ گاؤں میں موجود تھا اور اُس وقت محمد افضل اور محمد مُختار بھی موجود تھے جبکہ اپنی شکایت میں اُس نے بیان کیا کہ معافیہ بی بی (PW2) اسماء بی بی (PW3) اور یاسمین بی بی (متروک گواہ) نے اُسے اور گاؤں کے دوسرے لوگوں کو وقوعے کی اطلاع دی۔ دوئم اُس

نے مزید بیان دیا کہ عوامی اجتماع مُختار احمد کے گھر پر ہوا لیکن اس بات کا ذکر اُس کی شکایت میں نہیں تھا۔ سوئم اُس نے بیان دیا کہ اپیل گزار کو عوامی اجتماع میں لایا گیا لیکن اس کا اظہار اس کی شکایت میں کہیں بھی نہیں۔ جو کہ یہ غیر مسابق بیانات استغاثہ کی شہادتوں کو کمزور کرتے ہیں۔

31۔ گواہان کے یہ متضاد اور غیر مسابق بیانات درج ذیل سوالات کی بابت استغاثہ کی شہادت میں شکوک پیدا کرتے ہیں؛۔

ا) شکایت گزر کو وقوعے کے بارے میں اطلاع کس نے دی؟

ب) اپیل گزار کے جرم ہذا کے ارتکاب کا انکشاف کے وقت وہاں کون کون موجود تھا؟

ج) عوامی اجتماع کے وقت وہاں کتنے لوگ موجود تھے؟

د) عوامی اجتماع کہاں منعقد کیا گیا؟

ہ) عوامی اجتماع کی جگہ سے اپیل گزار کے گھر کے درمیان فاصلہ کتنا تھا؟ اور

و) اپیل گزار کو عوامی اجتماع تک کون لایا اور اسے کیسے لایا گیا؟

32۔ پہلے دو معاملات کے متعلق مثلاً کس نے شکایت گزار کو وقوعے کی اطلاع دی اور مذکورہ انکشاف کے وقت کون کون موجود تھا یہ بیان کیا جانا ضروری ہے کہ FIR میں مبہم انداز میں لکھا گیا ہے کہ اسماء بی بی(PW3)، معافیہ بی بی (PW2) اور یاسمین بی بی (متروک گواہ) نے مبینہ وقوعہ کی اطلاع شکایت گزار اور دیگر گاؤں والوں کو دی جب کہ معافیہ بی بی(PW2) نے اپنے بیانِ ابتدائی (Examination in Chief) میں بیان کہا کہ اُس نے تمام کہانی قاری سلام (شکایت گزار/PW1) اور دیگران کو سنائی تاہم جرح کے دوران اُس نے قطعی طور پر یہ بیان دیا کہ معاملے کی اطلاع قاری محمد سلام (شکایت گزار/PW1) کو اُس کی بہن اسماء بی بی (PW3) جو شکایت گزار کی بیوی کی شاگرد تھی نے 14.06.2009 کو یعنی وقوعے کے روز شام کو دی۔ اسماء بی بی (PW3) نے اپنے ابتدائی بیان (Examination in Chief) میں کہا کہ اُس نے بہمراہ دیگر گواہان استغاثہ قاری محمد سلام (شکایت گزار/PW1) کو وقوعے کی اطلاع دی اور محمد افضل اور مُختار بھی وہاں پر موجود تھے۔ محمد افضل (PW4) نے اپنے بیانِ ابتدائی (Examination in Chief) میں کہا کہ وہ اپنے گھر میں تھا جب معافیہ بی بی (PW2) اسماء بی بی (PW3) اور یاسمین بی بی (متروک گواہ) بہمراہ قاری محمد سلام (شکایت گزار) اور مُختار احمد وہاں آئے اور اُنہوں نے تمام وقوعے کے بارے میں اُسے بتایا۔ قاری محمد سلام شکایت گزار (PW1) نے اپنے سوالِ ابتدائی

(Examination in Chief) میں بیان دیا کہ وہ اپنے گاؤں میں تھا جب اسماء بی بی (PW3)، معافیہ بی بی (PW2) اور یاسمین بی بی (متروک گواہ) اُس کے پاس آئیں اور اُسے واقعے کی اطلاع دی اُس وقت محمد افضل اور محمد مُختار دیگر گاؤں والوں کے ہمراہ وہاں موجود تھے۔ پس یہ ظاہر ہے کہ اِس ضمن میں گواہان کے بیان میں مُطابقت نہ ہے۔

33۔ اس معاملے کے متعلق کہ عوامی اجتماع میں کتنے لوگ شامل تھے یہ امر اہم ہے کہ PW1 نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع پانچ مرلے کے ایک گھر میں مُنعقد کیا گیا اور وہاں تقریباً 100 افراد موجود تھے۔ جبکہ PW2 نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع میں 1000 کے قریب لوگ تھے۔ جبکہ PW3 نے بیان دیا کہ وہاں 2000 سے زائد لوگ موجود تھے اس کے علاوہ PW4 نے بیان دیا کہ تقریباً 200 سے 250 تک افراد عوامی اجتماع کا حّصہ تھے۔ پس اس ضمن میں بھی گواہان کے بیان میں اتفاق نہ تھا۔

34۔ اس سوال کے متعلق کہ عوامی اجتماع کہاں مُنعقد کیا گیا؟ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ شکایت گزار PW1 نے جرح کے دوران بیان دیا کہ عوامی اجتماع مُختار احمد کے گھر میں مُنعقد کیا گیا، جبکہ (PW2) نے دورانِ جرح بیان دیا کہ عوامی اجتماع اُس کے والد عبدالستار کے گھر ہوا، جبکہ (PW3) نے دوران جرح بیان دیا کہ عوامی اجتماع رانا رزاق کے گھر میں ہوا، تاہم (PW4) نے دوران جرح بیان دیا کہ عوامی اجتماع مُختار احمد کے گھر پر مُنعقد ہوا اس کے علاوہ اِس ضمن میں ایک نام عدالتی گواہ (CW1) نے بھی لیا۔ جس نے دوران جرح بیان دیا کہ عوامی اجتماع حاجی علی احمد کے ڈیرے پر مُنعقد ہُوا۔ لہٰذا اس معاملے پر بھی گواہان کے بیانات میں بھی خاصا تضاد پایا جاتا ہے۔

35۔ اپیل گزار کے گھر سے عوامی اجتماع کی جگہ کے فاصلے سے متعلق یہ امر اہم ہے کہ (PW2) نے کُچھ نہیں بتایا جبکہ (PW3) نے دورانِ جرح بتایا کہ اپیل گزار کا گھر عوامی اجتماع کی جگہ سے تین گھروں کے فاصلے پر تھا۔ تاہم (PW4) نے جرح کے دوران بیان دیا کہ اپیل گزار کا گھر عوامی اجتماع کی جگہ سے تقریباً 200 سے 250 گز کے فاصلے پر تھا۔ جبکہ شکایت گزار (PW1) نے اپیل گزار کے گھر اور عوامی اجتماعی کی جگہ کے درمیان فاصلے کو ظاہر نہیں کیا۔ اس کے باوجود عدالتی گواہ (CW1) کے مُطابق اپیل گزار کا گھر اُس ڈیرے کے سامنے ہے جہاں عوامی اجتماع مُنعقد کیا گیا۔ پس اس ضمن میں بھی گواہان کے بیان میں خاصا تضاد ہے۔

36۔ اس معاملے کی بابت کہ اپیل گُزار کوعوامی اجتماع میں کون لایا اور وہ وہاں کیسے پہنچے، یہ امر اہم ہے کہ (PW2) نے بیان دیا کہ اُسے یادنہیں کہ اپیل گزار کوعوامی اجتماع میں کون لایا لیکن وہ اس کے گاؤں کا رہائشی ہی تھا جبکہ (PW3) نے بیان دیا کہ اپیل گزار کو گاؤں کے لوگوں نے عوامی اجتماع میں بُلایا جہاں وہ پیدل چل کرآئی جب کہ جولوگ اُسے لے کرآئے وہ لوگ بھی پیدل تھے۔تاہم (PW4) نے کہا کہ مُشتاق احمد اپیل گزار کوعوامی اجتماع میں لایا جبکہ شکایت گزار (PW1) نے بیان دیا کہ گاؤں کے لوگ اپیل گزار کے گھر گئے اور اُس کوعوامی اجتماع میں دوموٹرسائیکلز پر لائے۔اُن لوگوں میں مُدثر نامی ایک شخص بھی شامل تھا۔پس اِس ضمن میں بھی گواہان کے بیان میں خاصا تضاد ہے۔

37۔ گواہان نے عوامی اجتماع کے وقت اور دورانیے کے مُتعلق بھی مُتضاد بیان دیا۔(PW2) نے کہا کہ یہ جمعہ کے روز بارہ بجے مُنعقد ہوا اور اِس کا دورانیہ 15 سے 20 منٹ تک تھا۔(PW3) نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع بارہ بجے دوپہر کو مُنعقد ہوا اور پندرہ منٹ تک جاری رہا۔(PW4) نے بیان دیا کہ گیارہ سے بارہ بجے دوپہر مُنعقد کیا گیا اور دو سے ڈھائی گھنٹے جاری رہا۔جبکہ شکایت گُزار (PW1) نے اجتماع کے وقت اور دورانیے کے مُتعلق کوئی بیان نہیں دیا لہٰذا یہاں پر بھی گواہان کے بیانات میں اختلاف ہے۔

38۔ ایک مزید تضاد جو استغاثہ کے گواہان اور شکایت گزار کہ بیانات میں پایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ دیگر استغاثہ کہ گواہان نے بیان دیا کہ معاملہ شکایت گزار کے علم میں اُسی دن (جس دن وقوعہ رُونما ہوا) یعنی 14.06.2009 کو لایا گیا جبکہ شکایت گزار نے اپنی جراح کے دوران بیان دیا کہ اُسے وقوعے کے بارے میں 16.6.2009 کو پتہ چلا۔

39۔ یہاں پر پولیس کو درخواست دینے اور FIR کے اندراج کے بارے میں بھی خاصا تضاد پایا جاتا ہے۔ FIR کے آخر میں درج ہے کہ FIR مہدی حسن سب انسپکٹر نے "پُل نہر چندر کوٹ" پر درج کی اور اندراج کا وقت پانچ بج کر پنتالیس مِنٹ دیا گیا ہے۔اس کے برعکس شکایت گزار (PW1) نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ مُتعلقہ تھانے کے ایس ایچ او کو درخواست دی گئی جس کے بعد ایف آئی آر درج کی گئی۔تاہم محمد رضوان (PW5) نے بیان دیا کہ شکایت گُزار نے اُس کے رُو برو درخواست (Exh-PA) دی جس کی بناء پر اُس نے مروجہ طور پر FIR (Exh-PA/1) کا اندراج کیا۔

40۔ مُلزم کی گرفتاری سے مُتعلق بھی کچھ تضاد محمد ارشد، سب انسپکٹر (PW-7) کے بیان میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ اُس (PW-7) نے اپنی جرح کے دوران بیان دیا کہ مُلزم کو اُس نے دو ساتھی خواتین کانسٹیبل کی مدد سے جوڈیشل مجسٹریٹ کی موجودگی میں گرفتار کیا اور اُسے جوڈیشل لاک اپ میں بھیج دیا۔ پھر جرح کے دوران یہ بیان کیا گیا کہ اُس نے ملزمہ کو 19.06.2009 کو اُس کے گھر جو دیہات ''اٹاں والی'' میں واقع ہے یہ تقریباً شام کے چار پانچ بجے کے قریب گرفتار کیا، تاہم بعدازاں ایک اور موقع پر اُس نے کہا کہ وہ دیہات اٹاں والی تقریباً 7 بجے کے قریب پہنچا اور وہاں ایک گھنٹے تک رُکا۔ مزید برآں (PW-2) اور (PW-3) نے اپنے بیانات میں اس امر سے قطعی انکار کیا کہ اُن کے اور اپیل گزار کے مابین اپیل گزار کی جانب سے توہین آمیز الفاظ کی ادائیگی سے قبل پانی پلانے کے معاملے پر کوئی جھگڑا ہوا تھا۔ جب کہ (PW-6) اور (CW-1) نے اپنے بیانات میں قبول کیا کہ اُن کے مابین جھگڑا ہوا تھا جب کہ جھگڑے کی حقیقت ریکارڈ سے ثابت شدہ ہے۔ استغاثہ نے (PW-6) کو منحرف گواہ قرار نہیں دیا۔ دریں حالات استغاثہ کے گواہان کو صادق گواہان نہیں کہا جا سکتا اور اِن چشم دید گواہان کی گواہی کی بناء پر جو ویسے بھی مقدمے میں اپنا مفاد رکھتے ہوں کی گواہی پر سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔

41۔ یہ تمام متضاد بیانات استغاثہ کی جانب سے بتائے گئے حقائق کی صداقت پر شبہات پیدا کرتے ہیں جس سے اپیل گزار شک کے فائدے کی حقدار بن جاتی ہے۔ یہ قانون ایک مستند اصول ہے کہ کسی بھی شک کی صورت میں ملزم کو شک کا فائدہ دیا جانا چاہیئے جس سلسلے میں یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ بہت سے ایسے حالات ہوں جو بے یقینی پیدا کر رہے ہوں بلکہ اگر کوئی ایک امر ایسا ہو جو عاقل دماغ میں ملزم کے جرم کے متعلق معقول شبہ پیدا کرتا ہو تب بھی وہ اس کا فائدہ لینے کا حقدار ہوگا، کسی رعایت کی صورت میں نہیں بلکہ ایک حق کی صورت میں، اِس ضمن میں مقدمات طارق پرویز بنام ریاست [1995 SCMR 1345] اور ایوب مسیح بنام ریاست [PLD 2002 SC 1048] کا حوالہ دینا مناسب ہوگا۔ پس یہ ثابت ہے کہ اپیل گزار شک کے فائدے کا حق رکھتی ہے۔

42۔ اس معاملے کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ ابتدائی سماعت کی فاضل عدالت نے سزایاب اپیل گزار کے ماورائے عدالت اعترافِ جرم کے متعلق گواہان کی شہادت پر انحصار کیا۔ لیکن فاضل عدالتِ عالیہ نے ماورائے عدالت اقبالِ جرم کو اس وجہ سے قابلِ غور نہ سمجھا کیونکہ ماورائے عدالت اقبال کی جو شہادت گواہان یعنی قاری محمد سلام (PW-1)، محمد افضل (PW-4) اور محمد ادریس (CW-1) نے عوامی اجتماع میں اپنے جرم کا اقبال کرنے کے متعلق دی تھی اُس کو ماورائے عدالت اقبال متصور نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس اقبالِ جرم میں کسی خاص وقت، تاریخ یا جرم کے ارتکاب کا

طریقۂ کار کا ذکر موجود نہ ہے۔ اور مزید مذکورہ اقبال جرم میں کسی ایسے حالات کا تذکرہ بھی نہ ہے جن کی وجہ سے اپیل گزار نے مبینہ جرم کا ارتکاب کیا۔ اس ضمن میں اس امر کا اعادہ کیا جانا ضروری ہے کہ عدالت نے مسلسل قرار دیا ہے کہ ماورائے عدالت اقبال جرم ضعیف قسم کی شہادت ہوتی ہے اور ایسے اقبالِ جرم پر انحصار کرتے ہوئے حد درجے احتیاط لازم ہے۔ چونکہ اس کو آسانی سے گھڑا جا سکتا ہے اس لئے اسے ہمیشہ شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ عمومی طور پر قدرتی حالات وواقعات، انسانی رویوں، طرزِ عمل اور ممکنات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ماورائے عدالت اقبال کی قانونی اہمیت قدرے ناقص ہوتی ہے۔ اگر یہ اولین درجے پر سچ محسوس ہو تو اس کو فردِ جرم کی تائید کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جس کو دیگر نا قابلِ مواخذہ گواہی سے مزید تقویت ملتی ہو۔ اگر دیگر شہادتوں میں یہ خواص نہ ہوں تو اس پر توجہ نہیں دی جانی چاہیئے۔ اس ضمن میں ان مقدمات کا حوالہ دیا جانا ضروری ہے۔ ناصر جاوید بنام ریاست [2016 SCMR 1144]، عظیم خان اور دیگر بنام مجاہد خان اور دیگران [2016 SCMR 274]، عمران عرف ڈلی بنام ریاست [2015 SCMR 155]، حامد ندیم بنام ریاست [2011 SCMR 1233]، محمد اسلم بنام صابر حسین [2009 SCMR 985]، ساجد ممتاز اور دیگران بنام بشارت اور دیگران [2006 SCMR 231] ضیاالرحمٰن بنام ریاست [2008 SCMR 528] اور سرفراز خان بنام ریاست اور دو دیگران [1996 SCMR 188]۔

43۔ مزید برآں، قانونِ شہادت آرڈر مجریہ 1984 کے آرٹیکل 37 کے تحت ''ملزم کی جانب سے کیا گیا اقبال فوجداری کارروائی میں اس صورت میں غیر متعلقہ ہوتا ہے جب عدالت کے علم میں یہ امر آئے کہ یہ اقبال ملزم سے کسی دھمکی دباؤ یا فردِ جرم کے متعلق کسی رعایت کے وعدے کے بعد حاصل کیا گیا ہے یا کسی با اختیار شخص سے کارروائی کروانے کے لئے یا عدالت کی رائے قائم کرنے کے لئے تا کہ ملزم شخص کو یہ مناسب لگے کہ اعتراف کرنے کے بعد وہ اپنے خلاف جاری کارروائی میں کسی سنگین قسم کی قوتی مصیبت سے بچ جائے گا''۔

44۔ زیرِ نظر مقدمے میں، اپیل گزار کو سینکڑوں لوگوں کے مجمع میں لایا گیا وہ اُس وقت تنہا تھی۔ صورتحال ہیجان انگیز تھی اور ماحول خطرناک تھا۔ اپیل گزار نے اپنے آپ کو غیر محفوظ اور خوفزدہ پایا اور مبینہ ماورائے عدالت بیان دے دیا۔ گویہ بیان اپیل گزار کی جانب سے عوامی اجتماع کے روبرو دیا گیا لیکن اس کو رضا کارانہ طور پر دیا گیا بیان تصور نہیں

کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کو سزا، بطورِ خاص سزائے موت کی بنیاد گردانا جا سکتا ہے۔

45۔ فاضل عدالتِ عالیہ نے اپیل گزار کی سزا کی توثیق کرتے ہوئے گواہان کی شہادتوں پر ان وجوہات کی وجہ سے انحصار کیا:

الف) چشم دید گواہان اور اپیل گزار کی فالسہ کے کھیت میں موجودگی سے انکار نہیں کیا گیا۔

ب) گواہان سے اپیل گزار کے ہاتھوں مبینہ توہینِ رسالتؐ پر کوئی دفاعی جرح نہیں کی گئی۔

ج) وکیل صفائی نے اپیل گزار اور چشم دید گواہان کے مابین سابقہ دشمنی، کینہ، بغض اور در پردہ اغراض جن کی بناء پر اپیل گزار کو اس سنگین جرم میں پھنسایا گیا کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔

د) محمد ادریس (CW-1) جو وقوعہ کے وقت کھیت میں موجود تھا کی شہادت چشم دید گواہان کے بیانات کی انتہائی حد تک توثیق کرتی ہے۔

46۔ اس ضمن میں یہ مان لینا ضروری ہے کہ عدالتِ ہذا نے قرار دیا ہے کہ یہ اصول کہ بیان کا وہ حصہ جس سے انکار نہ کیا جائے تسلیم شدہ تصور ہوتا ہے کا اطلاق فوجداری مقدمات میں نہیں ہوتا۔ فوجداری مقدمات میں ملزم کے جرم کا بارِ ثبوت ہمیشہ استغاثہ پر ہوتا ہے جس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقدمے کو کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر ثابت کرے، اِس ضمن میں عدالتِ ہذا کے ان نظائر پر انحصار کیا جاتا ہے، ندیم رمضان بنام ریاست [2018 SCMR 149]، ایس محمود اسلم بنام ریاست [PLD 1987 SC 250]۔ پس فاضل عدالتِ عالیہ نے معاملے کو اس رخ سے پرکھنے میں قانونی غلطی کی۔

47۔ علاوہ ازیں، دونوں چشم دید گواہان سے بطورِ خاص مذکورہ کھیت میں ہونے والے جھگڑے کے بارے میں جرح کی گئی جب کہ معافیہ بی بی (PW-2) سے خاص طور پر اس ضمن میں سوال کیا گیا تو اپنے جواب میں اُس نے کہا کہ ''یہ غلط ہے کہ میں نے آسیہ بی بی ملزمہ کے خلاف بیان میرے اور آسیہ بی بی کے درمیان ہونے والے اُس جھگڑے کی وجہ سے دیا جو اُس دن فالسے توڑتے ہوئے ہمارے درمیان ہوا۔'' توہینِ رسالتؐ کے الزام کو بھی دفاع کے دوران رد کیا گیا جو اُس (PW-2) کے بیان سے عیاں ہے کہ ''یہ کہنا غلط ہے کہ میں نے جھوٹا الزام لگایا ہے اور غلط طور پر پھنسایا ہے۔'' اسی طرح اسی قسم کا سوال جب اسماء بی بی (PW-3) سے کیا گیا تو اُس نے اپنے جواب میں کہا کہ ''یہ کہنا غلط

ہے کہ میرے اور آسیہ بی بی کے مابین مذکورہ باغ میں پانی پلانے کے معاملے پر کوئی جھگڑا ہوا تھا اور یہ بھی غلط ہے کہ مسماۃ آسیہ بی بی سے اپنے اُس جھگڑے کی وجہ سے میں مسماۃ آسی بی بی پر جھوٹا الزام لگا رہی ہوں''۔ توہین رسالتؐ کے الزام کے متعلق ایک سوال مذکورہ گواہ (PW-3) سے کیا گیا جس کا جواب تھا کہ ''یہ کہنا مزید غلط ہے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں اور میں نے ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کے مُنہ سے براہِ راست کوئی الفاظ نہیں سُنے''۔ تاہم محمد ادریس (CW-1) نے اپنے بیانِ ابتدائی میں قبول کیا کہ اپیل گزار اور چشم دید گواہان کے مابین جھگڑا ہوا تھا جو اُس کے بیان سے واضح ہے جس میں اُس نے کہا کہ ''اس وجہ سے اُن کے درمیان جھگڑا ہوا۔ مجھے بھی اس جھگڑے کی اطلاع دی گئی۔'' اپنی جرح کے دوران اُس نے مانا کہ ''میں تقریباً دو سے تین ایکڑ (killa) کے فاصلے پر تھا جب مجھے وقوعہ کی اطلاع ملی۔ میں نے حقائق کی تصدیق کی ، جب میں موقع پر پہنچا تو مجھے صرف یہی پتہ چلا کہ وہاں ملزمہ اور استغاثہ کی گواہان کے مابین کوئی جھگڑا ہوا ہے جو پانی پلانے کی وجہ سے ہوا۔'' پس اس سے ظاہر ہے کہ مبینہ جرم کے ارتکاب سے قبل پانی پلانے کی وجہ سے چشم دید گواہان اور ملزمہ کے مابین ہونے والے جھگڑے کی حقیقت سے کوئی انکار نہ ہے۔ صرف وقوعہ کے وقت اپیل گزار اور گواہان کی موجودگی جرم کے ارتکاب کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہ ہے۔ دفاع نے اس معاملے پر مقدمے میں بحث نہیں کی کہ اپیل گزار وقوعہ کے موقع پر موجود نہ تھی بلکہ دفاعی موقف یہ تھا کہ اپیل گزار اور گواہان مذکورہ کھیت میں موجود تھیں جب اُن کے درمیان جھگڑا ہوا اور اس رنجش کی بناء پر گواہان نے شکایت گزار سے مل کر اپیل گزار کو جھوٹے مقدمے میں پھنسایا۔ جائے وقوعہ پر 30-25 خواتین موجود تھیں لیکن حیران کن طور پر کسی نے بھی ماسوائے یاسمین بی بی (متروک گواہ) استغاثہ کے الزام کی توثیق نہ کی۔ حتیٰ کہ یہ گواہ بھی بعد ازاں اپیل گزار کے خلاف گواہی دینے کے لئے نہ آئی۔ یہاں تک کہ (CW-1) نے بھی ایسے کوئی الفاظ نہیں سُنے جن سے توہینِ رسالتؐ کے جرم کا ارتکاب ہوتا ہو۔ یہ سب استغاثہ کی کہانی کے متعلق شکوک پیدا کرتا ہے۔ مزید یہ کہ FIR کے اندراج میں پانچ یوم کی غیر معمولی تاخیر بھی استغاثہ کی کہانی میں سنگین جھول پیدا کرتی ہے۔

48۔ یہ قانون کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص کوئی کلیم کرتا ہے اُس کو ثابت کرنا بھی اسی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ پس یہ استغاثہ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ تمام کارروائی میں ملزم کے ارتکابِ جرم کو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ثابت کرے۔ تمام کارروائی مقدمہ میں ملزم کے ساتھ بے گناہی کا قیاس ہمیشہ رہتا ہے چہ جائیکہ استغاثہ شہادتوں کی

بنیاد پر ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہو کر ملزم کے خلاف جرم کا ارتکاب ثابت نہ کر دے۔ شفاف سماعت مقدمہ جو کہ ازخود فوجداری اصولِ قانون کا بنیادی جُز ہے اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک منصفین خود واضح طور پر اُس معیار ثبوت کے بنیادی نظریے کی توجیح نہ کریں گے جس پر کاربند ہونا استغاثہ کے لئے سزا کے احکامات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ دو نظریات یعنی ''شک و شبہ سے بالا تر ہو کر ثابت کرنا'' "a proof beyond reasonable doubt" اور ''قیاس بے گناہی'' "a presumption of innocence" ایک دوسرے سے اس قدر منسلک ہیں کہ ان کو ایک ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر ''قیاس بے گناہی'' فوجداری اصول قانون کی طلائی کڑی (اصول) ہے تو ''شک و شبہ سے بالاتر ہو کر ثابت کرنا'' نقرئی کڑی (اصول) ہے اور یہ دونوں کڑیاں ہمیشہ سے ہی فوجداری نظامِ انصاف کے بنیادی ڈھانچے کا اہم حصہ رہی ہیں۔ جیسے اصول ''شک و شبہ سے بالا تر ہو کر'' فوجداری انصاف کے لئے بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ اُن اصولوں میں سے ایک ہے جو یقینی بنانے کی کوشش کرتا ہے کہ کسی معصوم کو سزا نہ ہو۔ جہاں کہیں بھی استغاثہ کی کہانی میں کوئی جھول ہوتا ہے اُس کا فائدہ ملزم کو دیا جانا چاہیئے جو کہ فوجداری انصاف کی محفوظ فراہمی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ مزید برآں! شبہ جس قدر بھی مضبوط اور زیادہ ہو کسی طور پر بھی فوجداری مقدمے میں ضروری بار ثبوت کی جگہ نہیں لے سکتا۔ ملزم اور گواہان/ شکایت گزار کے مابین عناد کی موجودگی میں عام طور پر گناہ یا بے گناہی کو ثابت کرنے کے لئے اعلیٰ ترین معیارِ ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر استغاثہ کے گواہان ملزم کے لئے عناد رکھتے ہوں تو وہ شک کے فائدے کے اصول کی بناء پر بریت کا حقدار ہوتا ہے۔ اِس ضمن میں عدالتِ ہٰذا کے درج ذیل نظائر پر انحصار کیا جاتا ہے، محمد اشرف بنام ریاست [2016 SCMR 1617]، محمد جمشید بنام ریاست [2016 SCMR 1019]، محمد اصغر عرف ننھا بنام ریاست [2010 SCMR 1706]، نور محمد عرف نورا بنام ریاست [1992 SCMR 2079] اور ایوب مسیح بنام ریاست [PLD 2002 SC 1048]۔

49۔ اپنے فیصلے کا اختتام میں اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اس حدیث پر کروں گا:

''جان لو! جو کوئی بھی کسی غیر مسلم یا اقلیت پر ظلم کرے گا، سختی سے پیش آئے گا۔ اُن کے حقوق سلب کرے گا، اور اُن کو اُن کی برداشت سے زیادہ ایذا دے گا اور اُن کی مرضی کے بر خلاف اُن سے کچھ چھینے گا، میں (حضرت محمد ﷺ) اُس کے بارے میں روزِ قیامت

شکایت کروں گا۔'' (ابوداؤد)

50۔ متذکرہ بالا وجوہات کی بناء پر، یہ اپیل منظور کی جاتی ہے۔ عدالتِ عالیہ اور ابتدائی سماعت کی عدالت کے فیصلوں کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ نتیجتاً، اپیل گزار کو دی گئی سزائے موت کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے اور اُس کو تمام الزامات سے بری کیا جاتا ہے۔ اگر کسی دیگر فوجداری مقدمے میں اُس کو قید رکھنا مقصود نہیں تو اُس کو فوری طور پر جیل سے رہا کیا جائے گا۔

چیف جسٹس

میں اتفاق کرتا ہوں اور اپنی اتفاقی رائے فیصلہِ ہذا کے ساتھ منسلک کرتا ہوں۔

جج

جج

اتفاقی رائے:

آصف سعید خان کھوسہ، جج:

مجھے عزت مآب چیف جسٹس کے تحریر کردہ فیصلے کا جائزہ لینے کا شرف حاصل ہوا۔ میں اگرچہ فیصلے کی وجوہات اور حتمی نتیجے سے اتفاق کرتا ہوں تاہم فیصلے میں چونکہ بہت سے قانونی اور مبنی برحقائق نکات شامل ہیں لہذا میں نے فیصلہ کیا کہ میں اپنی اتفاقی رائے بھی تحریر کروں۔

2۔ مسماۃ آسیہ بی بی اپیل گزار پر الزام ہے کہ اُس نے مورخہ 14.06.2009 کو کچھ دیگر مسلمان ساتھی خواتین کے سامنے فالسہ (بیری کی ایک قسم جسے گریویا ایشیاٹیکا بھی کہا جاتا ہے) چنتے ہوئے، محمد ادریس کے کھیت میں جو موضع اٹاں والی میں تھانہ ننکانہ صاحب کی حدود میں واقع ہے، حضرت محمدؐ اور قرآن الکریم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے توہین آمیز الفاظ استعمال کئے۔ جس کے بعد اُس کے خلاف توہینِ رسالتؐ کی دفعہ 295-C تعزیراتِ پاکستان مجریہ 1860 کے تحت ایف آئی آر نمبری 326 کا مورخہ 19.06.2009 کا اندراج قاری محمد سلام/ شکایت گزار جو کہ مقامی مسجد کا امام ہے کی ایماء پر کیا گیا۔ الزام یہ تھا کہ اپیل گزار نے یہ بیان دیا کہ اُس نے کچھ ایسی باتیں کہیں جیسے (نعوذ باللہ) حضرت محمدؐ اپنی وفات سے قبل شدید علیل ہو کر بستر سے لگ گئے تھے اور آپؐ کے دہنِ مبارک اور کانِ مبارک میں کیڑے پیدا ہو گئے تھے، آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح اُن کی دولت کے حصول کے لئے کیا تھا اور دولت حاصل کر کے آپؐ نے انہیں چھوڑ دیا تھا۔ یہ بھی الزام عائد کیا گیا کہ اُسی موقع پر ہی اپیل گزار نے یہ الفاظ بھی کہے کہ قرآن کریم خدا کی الہامی کتاب نہ ہے بلکہ خود ساختہ کتاب ہے۔ اپیل گزار کو مقامی پولیس نے 19.06.2009 کو ایف آئی آر کے اندراج کے فوری بعد گرفتار کر لیا اور تفتیش مکمل کرنے کے بعد متعلقہ ابتدائی سماعت کی عدالت میں چالان دائر کر دیا۔ ابتدائی سماعت کی عدالت نے دفعہ 295-C تعزیراتِ پاکستان کے تحت اپیل گزار کے خلاف بارِ الزام عائد کیا اُس نے صحتِ جرم سے انکار کیا اور مقدمے کی باقاعدہ سماعت کا مطالبہ کیا۔ دورانِ سماعت استغاثہ نے اپیل گزار کے خلاف اپنے الزام کو ثابت کرنے کے لئے سات گواہان پیش کئے اور کچھ دستاویزات بھی پیش کیں اور ایک عدالتی گواہ کا بیان بھی عدالتِ سماعت نے ریکارڈ کیا۔ ضابطۂ فوجداری 1898 کی دفعہ 342 کے تحت اپنے دیئے گئے بیان میں اپیل گزار نے صحتِ جرم سے انکار کرتے ہوئے استغاثہ کی جانب سے لگائے گئے الزامات سے انکار کیا اور اپنی بے گناہی پر اصرار کیا۔ اس نے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ

(2)340 کے تحت برحلف بیان دینے سے احتراز کیا اور اپنے دفاع میں کوئی شہادت بھی پیش نہیں کی۔ دونوں فریقین کے فاضل وکلاء کے دلائل سُننے کے بعد فاضل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ننکانہ صاحب جو مقدمے کی سماعت کر رہے تھے نے اپیل گزار کو فیصلہ مورخہ 08.11.2010 کے ذریعے دفعہ 295-C تعزیراتِ پاکستان کے تحت سزا کا مستوجب ٹھہرایا اور اُس کو سزائے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا دی جو کہ جرمانے کی عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قیدِ سادہ کی سزا تجویز کی۔ اپیل گزار نے اپنی سزا لاہور ہائی کورٹ لاہور میں فوجداری اپیل نمبر 2509/2010 کے ذریعے چیلنج کر دی جس کی شنوائی مذکورہ عدالت کے فاضل ڈویژن بنچ نے قتل کے ریفرنس نمبر 614/2010 کے ہمراہ کی جس میں ابتدائی عدالتِ سماعت کی جانب سے اپیل گزار کو دی گئی سزائے موت کی توثیق کی استدعا کی گئی تھی۔ فیصلہ مورخہ 16.10.2014 کے تحت دی گئی سزائے موت کی توثیق کر دی گئی اور اپیل گزار کی اپیل کو خارج کرتے ہوئے ابتدائی اختیارِ سماعت کی عدالت کی جانب سے دی گئی سزا کو برقرار رکھا گیا اور قتل کے ریفرنس کا مثبت جواب دیا گیا۔ مآ بعد زیرِ نظر اپیل برائے اجازتِ عدالت دائر ہوئی جو کہ مورخہ 22.07.2015 کو مرہون کی گئی۔

3۔ عدالتِ ہذا نے اپیل کی اجازت اس لئے دی تا کہ شہادتوں کا از سرِ نو جائزہ لیا جائے۔ ہم چاہتے تھے کہ موجود ریکارڈ کا جائزہ باریک بینی سے فریقین کے فاضل وکلاء کی مستند معاونت کی روشنی میں لیا جائے۔ ہم نے فریقین کے فاضل وکلاء کی جانب سے دیئے گئے بیانات اور کی گئی بحث کا انتہائی احتیاط سے جائزہ لیا ہے۔

4۔ اپیل گزار کے فاضل وکیل نے دلیل دی کہ ایک ایف آئی آر مبینہ وقوعے کے متعلق قاری محمد سلام، شکایت گزار (PW-1) کی جانب سے پانچ دن کی تاخیر کے بعد درج کی گئی اور شکایت گزار نے ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبُرو اعتراف کیا کہ ایف آئی آر کے اندراج سے قبل استغاثہ کے اراکین نے واقعے پہ غور و فکر کیا۔ تاخیر اور غور و فکر ایف آئی آر کی شہادتی اہمیت کو ناقص بنا دیتی ہے، جیسا کہ عدالتِ ہذا نے مقدمہ افتخار حسین و دیگران بنام ریاست [2004 SCMR 1185] میں قرار دیا ہے۔ اس نے یہ بھی دلیل دی کہ استغاثہ کے گواہان نے ایف آئی آر کے اندراج کی جگہ کے متعلق مختلف آراء دیں اور وکیل جس نے ایف آئی آر کے اندراج کی درخواست تحریر کی، اس کا نام کبھی نہیں دیا گیا۔ اُس نے مزید بحث کی کہ استغاثہ کے دو خود مختار گواہان نے اس امر کی تصدیق کی کہ اپیل گزار کی جانب سے توہین آمیز الفاظ کے اظہار سے قبل اپیل گزار اور شکایت کنندہ فریق سے تعلق رکھنے والی خواتین کے درمیان جھگڑا ہوا تھا لیکن استغاثہ کے گواہان کیونکہ مقدمے میں اپنا مفاد رکھتے تھے لہٰذا انہوں نے اس اہم حقیقت کو

مکمل طور پر چھپا کے رکھا۔ اُس نے یہ بھی بحث کی کہ اپیل گزار کے خلاف لگائے گئے مبینہ الزامات کے متعلق کوئی بھی آزاد تائیدی شہادت موجود نہ ہے جو کہ استغاثہ کے گواہان یعنی معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) جو ابتدائی اختیارِ سماعت کی عدالت میں پیش ہوتے رہے ہیں کی تائید کرے۔ اُس کے مطابق مقدمے کی ابتدائی تفتیش ایسے افسر کے ذریعے کی گئی جو دفعہ 156-A ضابطۂ فوجداری کے تحت اس قسم کے مقدمے کی تفتیش کا اختیار نہیں رکھتا تھا، اپنی اس دلیل کی تائید میں اس نے مقدمات شوکت علی بنام ریاست اور دیگران [2008 SCMR 553]، امجد فاروق اور دیگر بنام ریاست [2007 P.Cr.L.J. 238] اور ملک محمد ممتاز قادری بنام ریاست اور دیگران [PLD 2016 SC 17] پر انحصار کیا۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ ایف آئی آر میں الزام لگایا گیا ہے کہ اپیل گزار عیسائی مذہب کی مبلّغہ تھی جو اس مقدمے کا محرک بنا لیکن اس قسم کا کوئی الزام ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو استغاثہ کے گواہان کی جانب سے دورانِ سماعت نہیں لگایا گیا۔ اُس نے واضح کیا کہ کوئی دوسری خاتون جو اپیل گزار کے ساتھ اُسی کھیت میں کام کرتی تھی استغاثہ کے الزام کی توثیق کے لئے اپیل گزار کے خلاف پیش نہیں کی گئی۔ پس بہترین شہادت کا راستہ استغاثہ نے روک لیا اور استغاثہ کی اس ناکامی کی وجہ سے فیصلہ اس کے خلاف کیا جانا چاہیئے۔ اس بحث کے بعد اپیل گزار کے فاضل وکیل نے اعادہ کیا کہ استغاثہ کا مقدمہ اپیل گزار کے خلاف شکوک وشبہات سے بھرا پڑا ہے اور ان شکوک کا فائدہ اپیل گزار کو ملنا چاہیئے۔

5۔ اس کے برعکس فاضل ایڈیشنل پراسیکیوٹر جنرل پنجاب جو ریاست کی جانب سے پیش ہوئے نے بیان دیا کہ ایسے پولیس آفیسر کی جانب سے مقدمے کی سماعت کرنا جو تفتیش کا مجاز نہ ہو تفتیش کو ناقص نہیں کرتا اِس بیان کی تائید میں اُنہوں نے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 156(2) کا حوالہ دیا۔ اُس نے بیان کیا کہ ابتدائی اختیارِ سماعت کی عدالت کے روبرو معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کی جانب سے دیئے گئے بیانات میں بہت مطابقت ہے اور ان کے بیانات کو محمد ادریس (CW-1) اور محمد امین بخاری (ایس پی) انویسٹی گیشن (PW-6) کے بیانات سے خاصی تقویت ملتی ہے۔ اس کی جانب سے اس امر پر زور دیا گیا کہ استغاثہ مقدمے کو اپیل گزار کے خلاف ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہو کر ثابت کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

6۔ فاضل وکیل برائے شکایت گزار نے اس اپیل کی مخالفت کرتے ہوئے اور اپیل گزار کی سزا جس کو ذیلی عدالتوں نے قائم رکھا تھا کی حمایت میں دلائل دیئے کہ ایف آئی آر کے اندراج میں تاخیر فوجداری مقدمات میں ہمیشہ مہلک نہیں ہوتی اور زیرِ نظر مقدمے میں استغاثہ کی جانب سے تاخیر کی خاصی حد تک وضاحت کر دی گئی ہے۔

انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں مقدمات زر بہادر بنام ریاست [1978 SCMR 136] اور شیراز اصغر بنام ریاست [1995 SCMR 1365] پر انحصار کیا۔ انہوں نے مزید بحث کی کہ نیچے کی دونوں عدالتوں نے باہم مطابقت سے اپنا فیصلہ دیا اور اپیل گزار کو لگائے گئے الزامات کا مرتکب پایا اور نیچے کی دونوں عدالتوں کی جانب سے دیئے گئے موافق فیصلے میں سرسری انداز میں مداخلت دُرست نہ ہوگی۔ انہوں نے اشارہ دیا کہ اپیل گزار نے اپنے دفعہ 342 ضابطہ فوجداری کے تحت ریکارڈ کردہ بیان میں وقوعے کے روز اُس وقت اور تاریخ پر فالسے کے کھیت میں اپنی موجودگی کو قبول کیا اور اُس نے یہ بھی قبول کیا کہ اُس کا اسی موقع پر اپنی ساتھی خواتین جن میں معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) بھی شامل ہیں سے زبانی جھگڑا ہوا اور اِن گواہان سے دورانِ جرح ایسا کوئی سوال تجویز نہیں کیا گیا کہ آیا ان کی جانب سے اپیل گزار پر لگایا گیا توہینِ رسالت ؐ سے متعلق الزام غلط تھا؟ شکایت گزار کے فاضل وکیل کے مطابق گواہ کی جانب سے کسی بیان کو فریقِ مخالف کی جانب سے قبول کیا ہوا سمجھا جائے گا جبکہ اگر گواہ کے اس بیان کو جرح کے دوران کسی دیگر تجویز کے ذریعے رد نہ کیا گیا ہو۔ اس نے مزید بیان کیا کہ اپیل گزار نے بہت دفعہ وقوعہ کے ارتکاب کے متعلق استغاثہ کے مختلف گواہان کے سامنے ماورائے عدالت اقبالِ جرم کیا جنہوں نے مسلسل اس امر کا تذکرہ ابتدائی اختیارِ سماعت کی عدالت میں کیا۔ آخر میں انہوں نے بحث کی کہ استغاثہ کے گواہان کے پاس ایسی کوئی باوثوق وجہ نہیں ہے کہ وہ اپیل گزار کو جھوٹی بنیادوں پر ایسے مقدمے میں پھنسائیں۔ ان کے باہم مسابق بیانات کی وجہ سے انہیں نیچے کی دونوں عدالتوں کا اعتماد حاصل ہوا، لہذا اپیل گزار کی سزا جو نیچے کی عدالتوں نے دی اور برقرار رکھی، میں کسی قسم کی مداخلت کی گنجائش نہ ہے۔

7۔ فریقین کے فاضل وکلاء کو سننے اور مقدمے کے ریکارڈ کو ان کی معاونت سے جائزہ لینے کے بعد میں نے مشاہدہ کیا کہ استغاثہ نے اپیل گزار کے خلاف اپنا مقدمہ ثابت کرنے کے لئے سات گواہان کو پیش کیا۔ قاری محمد سلام/ شکایت گزار ابتدائی اختیار سماعت کی عدالت کے روبرو بطور (PW-1) پیش ہوا اور اس نے وقوعہ کا تین خواتین کے ذریعے پتہ چلنے، مورخہ 09.06.2009 کو ایک عوامی اجتماع (جرگے) کے انعقاد اور اپیل گزار کے مبینہ طور پر اپنے گناہ کا اعتراف کرنے اور معافی کی خواست گزار ہونے اور پھر اس کی جانب سے مورخہ 19.06.2009 کو ایک ایف آئی آر درج کروانے کے متعلق بیان دیا۔ معافیہ بی بی (PW-2) نے وقوعہ مورخہ 14.06.2009 کو فالسے کے کھیت میں پیش آنے، اُس کی جانب سے شکایت گزار کو وقوعہ کی اطلاع دینے، مورخہ 19.06.2009 کو عوامی اجتماع (جرگے) کے انعقاد وہاں اپیل گزار کے مبینہ طور پر اقبالِ جرم کرنے اور معافی مانگنے کے متعلق بیان دیا۔ اسماء بی بی (PW-3) نے بھی تقریباً انہی حالات و واقعات کو دہرایا جن کے متعلق بیان

معافیہ بی بی (PW-2) نے دیا تھا۔ محمد افضل (PW-4) نے بھی قاری محمد سلام/ شکایت گزار، معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کی جانب سے اپیل گزار کے ہاتھوں مبینہ توہینِ رسالتؐ کی اطلاع ملنے اور مورخہ 19.06.2009 کو عوامی اجتماع (جرگہ) کے انعقاد جہاں اپیل گزار نے مبینہ طور پر اپنے جرم کا اعتراف کیا اور معافی کی خواست گار ہوئی کے متعلق بیان دیا۔ محمد رضوان سب انسپکٹر (PW-5) نے تھانے میں روایتی ایف آئی آر کا اندراج کیا۔ محمد امین بخاری (ایس پی) انویسٹی گیشن بطور گواہِ استغاثہ (PW-6) پیش ہوئے اور بیان دیا کہ مقدمے کی تفتیش انہوں نے کی ہے، محمد ارشد سب انسپکٹر (PW-7) اس مقدمے میں ابتدائی تفتیشی افسر تھا اور اس نے 19.06.2009 کو جائے وقوعہ کا دورہ کرنے، گواہان کے بیانات ریکارڈ کرنے، اپیل گزار کو گرفتار کرنے، مجسٹریٹ سے اُس کا عدالتی ریمانڈ کروانے اور اُس کو جوڈیشل لاک اپ بھیجنے کے متعلق بیان دیا۔ مقدمے کے متعلق ابتدائی عدالتِ سماعت میں کچھ دستاویزات بھی استغاثہ کی جانب سے پیش کی گئیں۔ ابتدائی عدالتِ سماعت نے محمد ادریس کو بطور عدالتی گواہ (CW-1) سمن بھیجا اور اس کا بیان ریکارڈ کیا جس نے بیان کیا کہ وہ فالسے کے کھیت کا جہاں وقوعہ رو پذیر ہوا کا مالک ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اپیل گزار نے اس کے سامنے مورخہ 14.06.2009 کو اپنے جرم کا اعتراف کیا، اس نے شکایت گزار کو واقعہ کی اطلاع دینے، عوامی اجتماع (جرگے) کے 19.06.2009 کو انعقاد اور افسرِ تفتیش کے سامنے گناہ کے ارتکاب کے اقبال کے متعلق بیان دیا۔ اپیل گزار نے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت اپنا بیان ریکارڈ کرواتے ہوئے اور اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ یہ مقدمہ اس کے خلاف کو درج کیا گیا اور استغاثہ کے گواہان اس کے خلاف بیان کیوں دے رہے ہیں درج ذیل بیان دیا:

"میں ایك شادی شُدہ خاتون اور دو بچوں کی ماں ہوں میرا خاوند ایك غریب مزدور ہے میں محمد ادریس کے کھیتوں میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ روزانہ کی اُجرت کے عوض فالسے چُننے جایا کرتی تھی۔ مبینہ وقوعہ کے روز میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ کھیتوں میں کام کر رہی تھی۔ مسماۃ معافیہ اور مسماۃ اسماء بی بی (گواہان استغاثہ)کے ساتھ پانی بھر کے لانے پہ جھگڑا ہو گیا جو میں نے اُن کو پیش کرنا چاہا لیکن اُنہوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا چونکہ میں عیسائی ہوں اس لیے وہ کبھی بھی میرے ہاتھ سے پانی نہیں پیئے گی اِس بات پر میرے اور استغاثہ کی

گواہان خواتین کے درمیان جھگڑا ہوا اور کچھ سخت الفاظ کا تبادلہ ہوا ۔ اس کے بعد استغاثہ کی گواہان قاری سلام / شکایت گزار تك اُس کی بیوی کے ذریعے پہنچی جو اُن دونوں خواتین کو قر آن پڑھاتی تھی ، اِن استغاثہ کے گواہان نے قاری سلام سے مل کر سازش کے تحت میرے خلاف ایك جھوٹا مقدمہ گھڑا ۔ میں نے پولیس کو کہا کہ میں بائیبل پر حلف اُٹھانے کو تیار ہوں کہ میں نے کبھی حضرت محمد ﷺ کے متعلق توہین آمیز الفاظ بیان نہیں کیے۔ میں قرآن اور الله کے پیغمبرؐ کے لیے دِل میں عزت اور احترام رکھتی ہوں لیکن چونکہ پولیس بھی شکایت گزار سے ملی ہوئی تھی اس لیے پولیس نے مجھے اس مقدمے میں غلط طور پر پھنسایا۔ استغاثہ کہ گواہان سگی بہنیں ہیں اور اِس مقدمے میں مجھے بدنیتی سے پھنسانے میں دلچسپی رکھتی ہیں کیونکہ اِن دونوں کو میرے ساتھ جھگڑے اور سخت الفاظ کے تبادلے کی وجہ سے بے عزتی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ قاری سلام /شکایت گزار بھی مقدمے میں اپنا مفاد رکھتا ہے کیونکہ یہ دونوں خواتین اُس کی زوجہ سے قرآن پڑھتی رہیں تھیں۔ میرے آبائو اجداد اِس گائوں میں قیامِ پاکستان سے رہائش پذیر ہیں۔ میں بھی تقریباً چالیس برس کی ہوں ۔ وقوعے سے پہلے ہمارے خلاف کبھی بھی اِس قسم کی کوئی شکایت نہیں کی گئی ۔ میں عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہوں اور گائوں میں رہتی ہوں لہٰذا اسلامی تعلیمات سے نا بلد ہونے کی وجہ سے میں کیسے الله کے نبی ﷺ اور الہامی کتاب یعنی قرآن پاك کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے ہوئے بے ادبی کی مُرتکب ہو سکتی ہوں۔ استغاثہ کا گواہ ادریس بھی ایسا گواہ ہے جو مقدمے میں اپنا مفاد رکھتا ہے کیونکہ اُس کا متذکرہ بالاخواتین سے قریبی تعلق ہے"۔

اپیل گزار نے ضابطہ فوجداری کی دفعہ (2)340 کے تحت برحلف بیان ریکارڈ کروانے کو نہیں چُنا اور اپنے دفاع میں کوئی شہادت نہیں پیش کی۔

8۔ ہم اب استغاثہ کی جانب سے پیش کردہ ہر شہادت کا جائزہ مقدمے میں وقتاً فوقتاً پیش آنے والے واقعات کی ترتیب کے تناظر میں لیں گے۔

9۔ معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کو استغاثہ نے بطور وقوعہ کے گواہان پیش کیا جو مورخہ 14.06.2009 کو فالسے کے کھیت میں وقوع پذیر ہوا۔ مذکورہ خواتین نوجوان لڑکیاں اور آپس میں بہنیں ہیں جو نیم خواندہ ہیں بیان کے مطابق انہوں نے ابتدائی مذہبی تعلیم اپنے دیہات میں قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) کی زوجہ سے حاصل کی۔ ان خواتین نے یہ کبھی نہیں بتایا کہ جب اپیل گزار توہین آمیز کلمات ادا کر رہی تھی تو اس کا مخاطب کون تھا۔ انہوں نے یہ بھی کبھی نہیں بتایا کہ وہ فالسے کا کھیت کس کی ملکیت تھا جہاں مبینہ وقوعہ رو پذیر ہوا اور نہ ہی ان خواتین نے وقوعہ کا مقدمہ مقامی پولیس کے پاس اپنی مدعیت میں درج کروایا۔ یہاں یہ بیان کیا جانا از حد اہم ہے کہ مقدمہ کے سینئر افسرِ تفتیش محمد امین بخاری، سپرینٹنڈنٹ پولیس (انویسٹی گیشن)(PW-6) نے اور فالسے کے متعلقہ کھیت کے مالک محمد ادریس (CW-1) نے واضح طور پر ابتدائی سماعت کی عدالت کے روبرو بیان دیا کہ اپیل گزار نے توہین آمیز الفاظ اپیل گزار اور اس کی مسلمان ساتھی خواتین جو اس کے ساتھ فالسے کے کھیت میں کام کرتی تھیں کے مابین کسی مذہبی بحث کے دوران کہے جب معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) اور دیگر مسلمان خواتین نے کہا کہ وہ اپیل گزار کے ہاتھ سے پانی نہیں پییں گی کیونکہ وہ عیسائی فرقے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان گواہان کے مطابق اپیل گزار کی مسلمان ساتھیوں کے اس موقف پر ''اِن کے درمیان جھگڑا ہوا اور مذکورہ لڑائی کے دوران اپیل گزار نے حضرت محمد ﷺ اور قرآن کریم کی شان میں گستاخانہ الفاظ کا استعمال کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود استغاثہ کے مطابق، اپیل گزار نے وہ الفاظ جن کا اُس پر الزام لگایا جا رہا ہے اپنے مذہب کی توہین اور اپنی ساتھی خواتین بشمول معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کی جانب سے اپنے مذہبی احساسات مجروح ہونے کے بعد کہے۔ بدقسمتی سے قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) کی جانب سے ایف آئی آر کا اندراج کرواتے ہوئے اور ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت اپنا بیان ریکارڈ کرواتے ہوئے قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1)، مسماۃ معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) نے کہیں بھی سخت جملوں کے تبادلے اور

لڑائی کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہ مشاہدہ بھی افسوس ناک ہے کہ مسماۃ معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) نے مقدمے کے اس حقیقی عنصر کو ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو دورانِ جرح مکمل طور پر چھپایا اور جب وکیل صفائی نے دوران جرح ان سے اس ضمن میں سوال تجویز کیا تو انہوں نے کسی قسم کے سخت الفاظ کے تبادلے اور اس کے بعد میں ہونے والے جھگڑے سے انکار کیا۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں خواتین معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کو سچائی کا کوئی پاس نہیں اور وہ جھوٹا بیان دے سکتی ہیں اور ان دونوں نوجوان نیم خواندہ خواتین کے پاس اپیل گزار کے خلاف جھوٹا الزام عائد کرنے کی وجہ تھی۔ میں مقدمے کے اس پہلو پر دوسرے رُخ پر رائے ہٰذا کے آخر میں روشنی ڈالوں گا۔

10۔ محمد ادریس ابتدائی عدالتِ سماعت میں بطور (CW-1) پیش ہوا اس کو استغاثہ نے نہیں بلایا بلکہ وہ ابتدائی عدالت کی جانب سے بھیجے گئے سمن پر بطور عدالتی گواہ پیش ہوا۔ اس نے بیان کیا کہ وہ فالسے کے متعلقہ کھیت کا مالک تھا۔ وہ مورخہ 14.06.2009 کو فالسے کے کھیت میں گیا تو اس کو معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) نے موقع پر بتایا کہ اُن کے اور اپیل گزار کے مابین ایک جھگڑا ہوا ہے۔ اپیل گزار نے اس کے سامنے اعتراف کیا اور معافی مانگی۔ محمد ارشد، سب انسپکٹر (PW-7) نے بیان کیا کہ جائے وقوعہ فالسے کا کھیت ہے جو محمد ادریس (CW-1) کی ملکیت ہے اور محمد امین بخاری سپرینٹنڈنٹ پولیس (انویسٹی گیشن) (PW-6) نے بیان دیا کہ محمد ادریس کی توجہ کھیت کی جانب مبذول ہوئی اور ان خواتین نے واقعہ اُس کو سُنایا جس کے بعد اس نے اپیل گزار سے پوچھ گُچھ کی جس نے اس کے سامنے اعتراف کیا۔ یہاں مجھے ایسا لگتا ہے کہ محمد ادریس (CW-1) کا وقوعے کی جانب متوجہ ہونے، معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) سے معلومات لینے اور اپیل گزار کے اعتراف کرنے اور معافی مانگنے کی یہ کہانی بالکل نئی ہے اور معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3)، قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) اور محمد افضل (PW-4) نے کہیں بھی اپنے بیان میں محمد ادریس (CW-1) کے موقع پر پہنچنے معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کی جانب سے واقع کی تفصیل جاننے اور اپیل گزار کے اقبال جرم اور معافی مانگنے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ محمد ادریس (CW-1) کو مقدمہ ہٰذا میں بعد میں کسی محرک کے تحت شاملِ تفتیش کیا گیا اُس نے ابتدائی تفتیش جو محمد ارشد سب انسپکٹر نے کی میں حصہ نہیں لیا اور نہ ہی اُس کے سامنے کوئی بیان دیا۔ یہ دوسرا تفتیشی افسر محمد امین بخاری سپرنٹنڈنٹ پولیس (انویسٹی گیشن) تھا جس نے دعویٰ کیا کہ محمد ادریس نے مورخہ 04.07.2009 یعنی وقوعہ کے 20 روز بعد اور ایف آئی آر کے اندراج کے 15 روز بعد اس کے سامنے پیش ہوکر بیان دیا۔ مذکورہ گواہان کا اتنی تاخیر سے سامنے آنا، شک کو دعوت دیتا ہے اور حتیٰ

الامکان طور پر اس کو بعد کے مرحلے میں تیار کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ محمد ادریس (CW-1) کے روبرو کیا گیا اپیل گزار کے اعتراف کے متعلق اپیل گزار سے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت ریکارڈ کروائے گئے بیان میں سوال نہیں کیا گیا اور اِس معاملے میں قانون طے شدہ ہے کہ ایسی شہادت اور حالات جن کے متعلق ملزم سے اس کا ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت دئے گئے بیان میں سوال نہیں کیا گیا کو ملزم کے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

11۔ دوسری اہم پیش رفت جو مبینہ طور پر مقدمہ ہذا میں ہوئی یہ تھی کہ قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) کو وقوعہ کے متعلق آگاہ کیا جاتا ہے لیکن یہ پیش رفت بھی شک وشبہ سے مبرا نہیں ہے۔شکایت گزار کی جانب سے درج کی گئی ایف آئی آر میں اس نے کہا کہ معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3)، یاسمین بی بی اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کو وقوعہ کی بابت اطلاع دی لیکن ایف آئی آر میں اس نے یہ نہیں بیان کیا کہ وقوعہ کی اطلاع اس کو کب ملی۔ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو بیانِ ابتدائی(Examination in Chief) میں شکایت گزار نے بتایا کہ معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3) اور یاسمین بی بی نے 14.06.2009 کو اس کی اطلاع دی اور اس موقع پر محمد افضل (PW-4) اور محمد مختار احمد بھی اس کے ہمراہ موجود تھے جب کہ ان افراد کی موجودگی کا تذکرہ ایف آئی آر میں نہیں کیا گیا۔اپنی جرح کے دوران شکایت گزار نے اپنا موقف بھی بدلا اور بیان کیا کہ اس کو وقوعہ کی اطلاع 16.06.2009(14.06.2009 کو نہیں جیسا اس نے بیانِ ابتدائی کے دوران بتایا تھا) کو ملی۔

12۔ استغاثہ کے مطابق دوسرا شخص جس کو مبینہ واقعہ کی اطلاع ملی، محمد افضل (PW-4) تھا لیکن وہ اس مقدمے کے لئے کب رابطے میں آیا، بھی مشکوک ہے۔قاری محمد سلام/ شکایت گزار نے ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو بیان دیتے ہوئے بتایا کہ مورخہ 14.06.2009 کو مسماۃ معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3) اور یاسمین بی بی اس کے پاس آئے اور اس کو واقعہ کی اطلاع دی، اس وقت محمد افضل (PW-4) اور محمد مختار احمد بھی وہاں موجود تھے۔تاہم، محمد افضل (PW-4) نے ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو اقرار کیا کہ مورخہ 14.06.2009 کو قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1)، معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3)، یاسمین بی بی اور محمد مختار احمد اس کے گھر آئے اور سارا واقعہ اس کے گوش گزار کیا۔

13۔ مقدمے کے ریکارڈ کے مطابق شکایت کنندہ فریق نے پولیس کو واقعہ کی اطلاع دینے سے قبل کچھ ضروری اقدامات اُٹھائے لیکن ان اقدامات کے اٹھائے جانے کا پس منظر غور کے قابل ہے۔مبینہ وقوعہ 14.06.2009

کورونما ہوااور واقعہ کی اطلاع پولیس کو 19.06.2009 یعنی پانچ یوم کے بعد دی گئی۔ قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) نے ابتدائی طور پر ابتدائی عدالتِ سماعت کو بیان دیا کہ اس کو وقوعہ کی اطلاع 14.06.2009 کو ملی لیکن دورانِ شہادت اس نے بیان دیا کہ اس کو وقوعہ کی اطلاع 16.06.2009 کو ملی۔ اس نے ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو بیان دیا کہ 16.06.2009 سے 19.06.2009 تک وہ اور گاؤں کے دوسرے افراد نے ''معاملے کے متعلق مشورہ اور تحقیق کی اور معاملے کی تہہ میں پہنچے'' اور معاملے کی اطلاع پولیس کو اس وقت دی گئی جب وہ سب اپیل گزار کے اوپر لگائے گئے الزامات کی سچائی سے مطمئن ہو گئے۔ محمد ادریس (CW-1) نے بھی بیان دیا کہ قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) نے معاملے کے متعلق, اس سے بھی تحقیق کی تھی۔ ہم نے بطور خاص مشاہدہ کیا ہے کہ شکایت گزار کی جانب سے ایسی کسی تحقیق مشورے اور معاملے کی گہرائی میں جانے اور شکایت گزار کی جانب سے معاملے کی تصدیق کرنے کی تفصیلات ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو آشکار نہیں کی گئیں نہ ہی اس ضمن میں کوئی شہادت پیش کی گئی۔

14۔ مقدمہ ہٰذا کی ایک اور مبینہ پیش رفت عوامی اجتماع (جرگہ) کا انعقاد ہے جو 19.06.2009 کو منعقد ہوا اور جس میں اپیل گزار کو بلایا گیا اور بیانات کے مطابق اس نے وہاں اعترافِ جرم کیا اور معافی کی خواستگار ہوئی۔ مجھے لگتا ہے کہ عوامی اجتماع (جرگہ) اور وہاں جو کچھ بھی ہوا کے متعلق استغاثہ کی جانب سے پیش کردہ شہادت نہ صرف سوچی سمجھی بلکہ محض اختراع کو سانچے میں ڈھالنے کی کوشش ہے۔ مذکورہ عوامی اجتماع مورخہ 19.06.2009 کو دوپہر کے وقت منعقد ہوا اور اپیل گزار کے خلاف قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) کی جانب سے مبینہ توہینِ رسالتؐ کے جرم کے متعلق ایف آئی آر مقامی تھانے میں اسی روز مورخہ 19.06.2009 کو شام 05:45 پر درج کی گئی لیکن یہ مشاہدہ انتہائی حیران کن ہے کہ ایف آئی آر میں عوامی اجتماع جو اسی دن ہوا اور اس اجتماع میں اپیل گزار کو بلانے اور اس کی جانب سے مجمع کے سامنے اقبال جرم کرنے اور معافی مانگنے کا تذکرہ نہیں۔ واقعہ کی تفصیل جو ایف آئی آر میں درج ہے اس کے مطابق مورخہ 19.06.2009 کو قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1)، محمد افضل (PW-4) اور مختار احمد نے اسماء بی بی (PW-3) وغیرہ کو بلایا اور جب اپیل گزار سے مورخہ 14.06.2009 کو قوع پذیر واقعہ کے متعلق پوچھا تو اس نے اعتراف کیا اور معافی مانگی۔ ایف آئی آر کے اندراج کے بعد ابتدائی تفتیشی آفیسر محمد ارشد سب انسپکٹر (PW-7) نے اس ہی دن معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3) اور محمد افضل (PW-4) کے بیانات ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت ریکارڈ کئے (Exhibits DA, DB & DC) اور مذکورہ بیان میں یہ گواہان اس عوامی اجتماع کے انعقاد جو اسی دن ہوا تھا، اس اجتماع میں

اپیل گزار کو پیش کرنے، اپیل گزار کی جانب سے اعترافِ جرم کرنے اور معافی مانگنے کے متعلق کچھ بھی بتانے سے قاصر رہے۔

15۔ مورخہ 19.06.2009 کو عوامی اجتماع کے انعقاد، وہاں اپیل گزار کو پیش کئے جانے، اس کے اقبالِ جرم اور معافی مانگنے کو ثابت کرنے کے لئے ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو استغاثہ کی جانب سے پیش کردہ گواہان میں قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) اور محمد افضل (PW-4) شامل تھے۔ ان گواہان کی جانب سے دیئے گئے بیانات نہ صرف باہمی طور پر متضاد پائے گئے بلکہ مقدمے کے دوسرے حقائق سے بھی مماثلت نہیں رکھتے تھے۔ قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) نے بیان دیا کہ گاؤں میں مورخہ 19.06.2009 کو عوامی اجتماع (جرگہ) بلایا گیا لیکن وہ اس کے انعقاد کی جگہ اور وقت بتانے سے قاصر رہا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اس اجتماع میں اپیل گزار نے اس کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ اس نے مانا کے مورخہ 19.06.2009 کو عوامی اجتماع کے انعقاد کی بابت ذکر اس نے (FIR-(Exhibit-PA میں نہیں کیا جو اس نے بعد میں اسی دن درج کروائی تھی۔ وہ اس بیان پر قائم رہا کہ عوامی اجتماع میں اپیل گزار نے اس کے سامنے وقوعہ کو بیان کیا اور پھر معافیہ بی بی (PW-2) اور یاسمین بی بی نے وقوعہ کی تفصیلات اس کو بتائیں جب کہ معافیہ بی بی (PW-2) نے ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو دیئے گئے اپنے بیان میں عوامی اجتماع میں اپنی موجودگی کے متعلق کچھ نہیں بتایا اور یاسمین بی بی کو استغاثہ نے ابتدائی عدالتِ سماعت کے سامنے پیش ہی نہیں کیا اور اس کو غیر ضروری ہونے کی وجہ سے متروک گواہ قرار دیا گیا۔ گو معافیہ بی بی نے اپنے بیان میں عوامی اجتماع (جرگے) کا تذکرہ کیا ہے لیکن اُس نے کبھی وہاں موجود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا لہٰذا اس ضمن میں اس کے بیان کو محض سنی سنائی شہادت مانا جائے گا۔ اس نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع (جرگہ) وقوعہ کے چار روز بعد منعقد ہوا جس کا مطلب ہوا کہ یا تو عوامی اجتماع (جرگہ) 18.06.2009 کو منعقد ہوا تھا اور 19.06.2009 کو نہیں ہوا تھا یا مبینہ وقوعہ 15.06.2009 کو رونما ہوا تھا 14.06.2009 کو نہیں۔ جیسا کہ میں پہلے تذکرہ کر چکا ہوں کہ معافیہ بی بی (PW-2) نے پولیس کے روبرو ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت دیئے گئے اپنے بیان میں عوامی اجتماع کا سرے سے کوئی تذکرہ نہیں کیا اور اس نے اپنے سابقہ بیان کے حقائق سے خاصہ انحراف کیا تھا۔ ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو اپنا بیان دیتے ہوئے اسماء بی بی نے عوامی اجتماع (جرگے) کے انعقاد کے متعلق بتایا لیکن وہ اس اجتماع کے انعقاد کی تاریخ جگہ اور وقت کے متعلق بتانے میں ناکام رہی تھی۔ اپنے سوالِ ابتدائی کے دوران اس نے کبھی عوامی اجتماع میں موجود ہونے کا اقرار نہیں کیا لیکن دورانِ جرح اس نے بیان دیا کہ وہ اور دیگر افراد عوامی اجتماع میں شرکت کے لئے خود گئے۔ اس امر کا اعادہ میں قبل ازیں کر چکا ہوں کہ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ

161 کے تحت دیئے گئے بیان میں اسماء بی بی (PW-3) نے عوامی اجتماع کا کوئی تذکرہ ہی نہیں کیا اور اس نے اپنے سابقہ بیان کے حقائق سے انتہائی حد تک متضاد بیان دیا۔ محمد افضل (PW-4) نے ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو عوامی اجتماع (جرگے) میں اپنی موجودگی اور اپیل گزار کو اس مجمع میں بلانے اور اپیل گزار کے اقبالِ جرم کرنے اور اس کے معافی کے خواستگار ہونے کے متعلق بیان دیا۔ لیکن اس سے پولیس کے سامنے اس سے پیشتر دیئے گئے بیان جو اُس نے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت دیا کے متعلق جرح کی گئی جہاں اُس نے اِس عوامی اجتماع (جرگے) کے انعقاد، اپیل گزار کو اجتماع (جرگے) میں پیش کرنے اور اس کی جانب سے معافی مانگنے کے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ محمد ادریس (CW-1) نے بھی ابتدائی سماعت کی عدالت کے روبرو عوامی اجتماع کے مورخہ 19.06.2009 کو انعقاد کے متعلق بتایا اور یہ بھی بتایا کہ وہاں کیا ہوا لیکن اس نے واضح طور پر قبول کیا کہ وہ اجتماع میں شریک نہ تھا اور کسی اور نے اس کو اس اجتماع کے متعلق بتایا۔ لہذا اس کا عوامی اجتماع کے انعقاد اور وہاں جو کچھ ہوا کے متعلق بیان سنی سنائی شہادت کے زمرے میں آتا ہے۔ تاہم اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ مذکورہ گواہ نے یہ اقرار بھی کیا کہ عوامی اجتماع مبینہ وقوعہ کے دو اور تین روز کے بعد منعقد ہوا اور پانچ روز کے بعد نہیں ہوا جیسا کہ کسی دوسرے گواہ نے بیان دیا تھا۔

16۔ جو کچھ بھی قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے اس سے ہٹ کر استغاثہ کی جانب سے پیش کردہ شہادت کے عوامی اجتماع کہاں منعقد کیا گیا۔ کتنے لوگوں نے اس اجتماع میں شرکت کی، اپیل گزار کو مجمع میں کون اور کیسے لے کر آیا اور یہ اجلاس کتنی دیر جاری رہا وغیرہ۔ مجھے مکمل طور پر واضح تضادات سے لبریز لگا۔ جو استغاثہ کی کہانی کے اس حصے کو مکمل طور پر جھوٹا ظاہر کرتا ہے۔ جہاں تک عوامی اجتماع (جرگے) کے انعقاد کی جگہ کا تعلق ہے، قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) نے بیان کیا کہ عوامی اجتماع محمد مختار احمد کے گھر میں منعقد ہوا جس کو استغاثہ نے بطور گواہ پیش نہیں کیا اور غیر ضروری جان کر متروک کر دیا۔ اس نے یہ بھی بیان دیا کہ مذکورہ محمد مختار احمد کے گھر کا مکمل رقبہ پانچ مرلہ تھا۔ معافیہ بی بی (PW-2) نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع (جرگہ) اس کے والد عبدالستار کے گھر منعقد ہوا جہاں وہ اور اس کی بہن اسماء بی بی بھی قیام پذیر ہیں۔ اسماء بی بی (PW-3) نے ایک لمحے میں بتایا کہ عوامی اجتماع اس کے گھر میں منعقد ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع اس کے پڑوسی عبدالرزاق کے گھر میں منعقد ہوا۔ محمد افضال (PW-4) نے اپنے بیان پر قائم رہتے ہوئے بیان دیا کہ عوامی اجتماع محمد مختار احمد (جس کو استغاثہ نے پیش نہیں کیا اور جس کی گواہی کو غیر ضروری جان کر متروک کر دیا گیا) کے گھر پر منعقد ہوا۔ محمد ادریس (CW-1) کے مطابق عوامی اجتماع کسی دوسری جگہ پر نہیں بلکہ حاجی علی احمد کے ڈیرے پر منعقد ہوا۔ ان افراد جنہوں نے عوامی اجتماع میں شرکت

کی تعداد قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) کے مطابق شریک افراد کی تعداد سوتھی، معافیہ بی بی (PW2) نے یہ تعداد 1000 افراد بتائی جس میں علماء اور مسجدوں کے امام بھی شامل تھے، اسماء بی بی (PW3) کے مطابق شریک افراد کی تعداد 2000 کے قریب تھی جن میں قرب وجوار کے دیہاتوں کی آبادی بھی شامل تھی، محمد افضل (PW-4) کے مطابق 200 سے 250 افراد اجتماع میں شریک تھے۔ محمد ادریس (CW-1) نے بیان دیا کہ بہت سے مذہبی علماء بھی اجتماع میں شریک تھے۔ تاہم وہ ان مذہبی علماء کے ناموں سے واقف نہیں جنہوں نے اجتماع میں شرکت کی۔ اگر جیسا کہ قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) نے بیان کیا جہاں اجتماع کا انعقاد ہوا وہ جگہ پانچ مرلے پر مشتمل تھی تب اتنے چھوٹے سے گھر میں سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کا سما جانا مشکل امر ہے۔ اپیل کو مجمع میں پیش کئے جانے کے متعلق استغاثہ کی شہادت بھی مساوی طور پر نقص کی حامل اور قابلِ انحصار نہ ہے۔ قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) کے مطابق گاؤں کے کچھ رہائشی جن میں مدثر بھی شامل ہے دو موٹر سائیکلوں پر اپیل گزار کے گھر گئے اور اس کو عوامی اجتماع (جرگے) میں لے کر آئے۔ مذکورہ مدثر کو استغاثہ نے بطور گواہ پیش نہیں کیا۔ اسماء بی بی (PW-3) نے بیان دیا کہ اپیل گزار کا گھر عوامی اجتماع (جرگہ) کی جگہ سے تین گھروں کے فاصلے پر واقع ہے اور اپیل گزار وہاں تک پیدل چل کر آئی اور واپس بھی پیدل ہی گئی۔ محمد افضل (PW-4) نے بیان دیا کہ اپیل گزار کا گھر اس گھر سے جہاں عوامی اجتماع (جرگہ) منعقد ہوا تقریباً 200 سے 250 گز کے فاصلے پر ہے، اور وہ مشتاق احمد تھا جو اپیل گزار کو اجتماع میں لایا۔ بعد ازاں مذکورہ گواہ اس بیان پر قائم رہا کہ مشتاق احمد ہی اپیل گزار کو فالسے کے کھیت سے لے کر آیا۔ محمد ادریس (CW-1) نے بیان دیا کہ اپیل گزار کا گھر اس ڈیرے جہاں پر عوامی اجتماع منعقد ہوا کے سامنے واقع تھا۔ معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کے مطابق عوامی اجتماع 15 سے 20 منٹ تک جاری رہا لیکن محمد افضل (PW-4) نے قرار دیا کہ عوامی اجتماع دو سے ڈھائی گھنٹے تک جاری رہا۔ تمام استغاثہ کے گواہان اس امر پر متفق ہیں کہ عوامی اجتماع جمعہ کے روز منعقد کیا گیا اور اس کی کارروائی دوپہر کے وقت ہوئی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ عوامی اجتماع جس میں مذہبی علماء اور امام مسجد بھی شامل تھے، کی کارروائی دو سے ڈھائی گھنٹے تک جاری رہی تھی تو ضرور ان افراد کی نمازِ جمعہ قضا ہوئی ہوگی جس کی ان سے توقع نہیں کی جا سکتی۔

17۔ استغاثہ کے مطابق عوامی اجتماع کے اختتام کے بعد قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) نے اسی دن یعنی 19.06.2009 کو مقامی تھانے میں ایک ایف آئی آر درج کروادی۔ حالات جن میں شکایت گزار نے ایف آئی آر درج کروائی بھی سنگین شبہات سے بالاتر نہیں ہیں۔ اصل ایف آئی ار (Exhibit-PA) دراصل ایک تحریری درخواست کی شکل میں ہے جو کہ ایک وکیل نے تحریر کی ہے۔ اس مقدمے کا ریکارڈ اس ضمن میں خاموش ہے کہ فریقین

کے گاؤں میں کوئی وکیل بھی موجود تھا لیکن کسی نے بھی شکایت گزار کے کسی دوسرے شہر جانے کے متعلق کہ وہ کسی وکیل سے مل سکے اور ایف آئی آر تحریر کروا سکے کوئی بیان نہیں دیا۔ حقائق کے مطابق شکایت گزار نے ابتدائی عدالتِ سماعت میں بیان دیا کہ اس کو اس وکیل کا نام بھی یاد نہیں جس نے ایف آئی آر تحریر کر کے دی۔ درخواست (Exhibit-PA) سے ظاہر ہوتا ہے کہ شکایت گزار نے یہ درخواست مہدی حسن (ASI) کو چندر کوٹ نہر کے پل پر 5 بج کر 45 منٹ پر مورخہ 19.06.2009 کو دی جب شکایت گزار تھانے جا رہا تھا تو راستے میں اُس کی مذکورہ پولیس آفیسر سے ملاقات ہوگئی۔ قاری محمد سلام شکایت گزار (PW1) نے ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو بیان دیا کہ درخواست (Exhibit-PA) تھانے کے ایس ایچ او کو دی گئی جو حقیقتاً غلط ہے اور (Exhibit-PA) خود اس کی تردید کرتا ہے۔ محمد رضوان سب انسپکٹر (PW5) نے تحریری طور پر بیان دیا کہ مورخہ 19.06.2009 کو شکایت گزار نے شکایت (Exhibit-PA) تھانے میں اس کے روبرو پیش کی اور اس نے بھی روایتی طور پر ایف آئی آر (Exhibit-PA1) کا اندراج کیا۔ یہاں تک کہ اپیل گزار کا ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت بیان ریکارڈ کرواتے ہوئے سوال نمبر 6 بھی شکایت گزار کی درخواست تھانے میں دینے کے متعلق تھا جس کی ریکارڈ خود تردید کرتا ہے۔ شکایت گزار کی جرح کے دوران وکیلِ صفائی نے سوال تجویز کیا کہ اس نے درخواست (Exhibit-PA) مہدی حسن اے ایس آئی کو چندر کوٹ نہر کے پل پر دی تھانے میں نہیں، لیکن شکایت گزار نے مذکورہ تجویز سے مکمل طور پر انکار کیا اور قرار دیا کہ یہ تجویز کیا جانا کہ درخواست (Exhibit-PA) اس نے تھانے میں پیش نہیں کی تھی سرسرا غلط ہے۔ شکایت گزار نے یہاں جھوٹ بولا ہے کیونکہ مذکورہ درخواست (Exhibit-PA) کے آخر میں مہدی حسن اے ایس آئی نے اندراج کر رکھا تھا کہ شکایت گزار نے یہ درخواست اس کو 5 بج کر 45 منٹ پر مورخہ 19.06.2009 کو پل نہر چندر کوٹ پر دی۔ شکایت گزار کے اس جھوٹ کا بھانڈہ مہدی حسن اے ایس آئی پھوڑ سکتا تھا لیکن اُس کو نامعلوم وجوہات کی بناء پر استغاثہ کے روبرو پیش نہیں کیا۔ یہ انتہائی عجیب اور عام حالات سے ہٹ کر ہے کہ قاری محمد سلام شکایت گزار (PW1) جس نے یہ فوجداری مقدمہ شروع کیا کو یہ یاد نہیں کہ درخواست (Exhibit-PA) برائے اندراج ایف آئی آر کس نے تحریر کی اور اس کو یہ بھی پتہ نہیں کہ مذکورہ درخواست ایف آئی آر کے اندراج کے لئے کہاں اور کس کے روبرو پیش کی گئی۔ پس یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پردے کے پیچھے کچھ اور چل رہا تھا اور زیرِ نظر فوجداری مقدمے کو آگے بڑھانے والے عناصر کوئی اور تھے جو کبھی سامنے نہیں آئے۔ اس کے علاوہ کے زیرِ نظر مقدمے میں ایف آئی آر قاری محمد سلام شکایت گزار (PW1) نے درج کروائی جو مورخہ 14.06.2009 کو فالسے کے کھیت میں وقوع پذیر ہونے والے واقعہ کے وقت وہاں موجود نہ تھا اور جس نے خود وہ توہین آمیز الفاظ نہیں سُنے جو اپیل گزار سے منسلک کئے گئے ہیں۔ اس کی جانب سے درج کی گئی ایف آئی

آر سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کس خاتون ساتھی سے مخاطب ہوتے ہوئے اپیل گزار نے توہین آمیز الفاظ کہے۔ اچھی خاصی تاخیر اور باقاعدہ غور وفکر اور صلح مشورہ کے بعد درج کی جانے والے ایف آئی آر اپنی ساکھ/ اہمیت کھودیتی ہے اور موجودہ مقدمے میں ایف آئی آر پانچ یوم کی بلا جواز تاخیر کے بعد درج ہوئی اور شکایت گزار نے خود قبول کیا کہ اس نے اور گاؤں کے لوگوں نے معاملے کے متعلق ''تفتیش''، ''مشاورت'' کی اور ''معاملے کا گہرائی سے جائزہ لیا۔'' پس شکایت گزار اور اس کی جانب سے درج کی گئی ایف آئی آر قابلِ اعتبار نہیں ہے۔

18۔ مقدمہ ہذا میں ایف آئی آر کے اندراج کے بعد پولیس کی جانب سے کی گئی تفتیش میں بھی بہت سے عوامل سے مرضی کے مطابق صرفِ نظر کیا گیا۔ قاری محمد سلام (PW-1) نے ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو قبول کیا کہ توہینِ رسالتؐ کے جرم کے ارتکاب کے لئے ایف آئی آر کے اندراج کے لئے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر یا ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر سے کوئی اجازت نہیں لی گئی۔ مقدمہ ہذا کی ابتدائی تحقیق وتفتیش پولیس کے سب انسپکٹر یعنی محمد ارشد سب انسپکٹر (PW7) نے کی جو کہ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 156-A کی خلاف ورزی ہے جس کے مطابق اس طرح کے مقدمات کی تفتیش پولیس سپرنٹنڈنٹ سے کم درجے کا شخص نہیں کرسکتا۔ ایف آئی آر کے اندراج کے بعد محمد ارشد سب انسپکٹر (PW7) کو مقدمے کی تفتیش سونپی گئی اور وہی جائے وقوعہ پر پہنچا، گواہان کے بیانات ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت ریکارڈ کے گئے اور اپیل گزار کو اس ہی دن مورخہ 19.06.2009 کو گرفتار کیا۔ محمد امین بخاری، سپرنٹنڈنٹ پولیس (انوسٹی گیشن) ابتدائی عدالتِ سماعت کی عدالت کے روبرو بطور (PW6) پیش ہوا اور اُس نے بیان کیا کہ جب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس/ ریجنل پولیس آفیسر رینج شیخوپورہ نے مقدمے کی تفتیش مورخہ 24.06.2009 کو اس کے سپرد کئے جانے کے بعد مقدمہ ہذا کی باقی تفتیش اُس نے مکمل کی۔ (PW6) کا بیان حقیقتاً غلط ہے کیونکہ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس/ ریجنل پولیس آفیسر رینج شیخوپورہ کا متعلقہ خط مورخہ 26.06.2009 کو بھیجا گیا جو خود (PW6) کے بیان سے واضح ہے۔ مذکورہ آفیسر نے کبھی بھی جائے وقوعہ کا دورہ نہیں کیا اور نہ ہی گواہان کے بیانات خود ریکارڈ کئے۔ یہاں تک کہ حالات جن میں اپیل گزار کو گرفتار کیا گیا مقدمہ ہذا کے تناظر میں انتہائی مشکوک ہیں۔ محمد ارشد سب انسپکٹر (PW7) نے ابتدائی عدالتِ سماعت کو بیان دیا کہ اس نے اپیل گزار کو مورخہ 19.06.2009 کو اس کے گھر سے گرفتار کیا۔ محمد ادریس (CW1) نے اس بابت تاہم ایک دوسری کہانی سنائی جس کے مطابق مذہبی رہنما جو عوامی اجتماع میں موجود تھے نے اپیل گزار کو پولیس کے حوالے کیا اور اپیل گزار کو حاجی علی احمد کے ڈیرے سے گرفتار کیا گیا جہاں عوامی اجتماع منعقد کیا گیا تھا۔

19۔ شکایت گزار کے فاضل وکیل کا یہ بیان کرنا استغاثہ کے گواہان کے کچھ واقعاتی بیانات کو وکیل صفائی نے کسی حدتک درست مانا ہے کیونکہ استغاثہ کے گواہان سے ان بیانات کے متعلق جرح نہیں کی گئی اور بیانات کے غلط ہونے کے متعلق وکیل صفائی کی جانب سے ان سے سوال تجویز نہیں پوچھا گیا، میرے نزدیک خودساختہ ہے۔ مقدمہ **ندیم رمضان بنام ریاست** [2018 SCMR 149] میں عدالت ہذا نے اپنے سابقہ مقدمات **ایس محمود عالم شاہ بنام ریاست**[PLD 1987 SC 250] اور **ریاست بنام رب نواز اور دیگر**[PLD 1974 SC 87] کا حوالہ دیتے ہوئے قرار دیا کہ ''یہ اصول کے کسی بیان کو ثابت شدہ تصور کیا جائے گا اگر اس گواہ سے جس نے بیان دیا دورانِ جرح اس بابت سوال نہ کیا گیا ہو، در اصل دیوانی مقدمات میں مستعمل ہے فوجداری مقدمات میں نہیں۔ یہ قرار دیا گیا کہ فوجداری مقدمات کا فیصلہ مقدمے کے حالات سے اکھٹے کردہ نقاط/تاثرات کے مجموعی جائزے کے بعد کیا جاتا ہے اور جرح نہ کرنے اور گواہ کی جانب سے مخصوص بیان دئیے جانے جیسی محدود بینادوں پر نہیں۔''

20۔ مقدمہ ہذا میں ہر واقعاتی زاویے کے متعلق استغاثہ کی جانب سے پیش کردہ شہادتوں میں واضح اور یقینی تضادات، جن کا میں نے متذکرہ بالا سطور میں مشاہدہ کیا، سے یہ افسوسناک اور ناقابلِ انکار تاثر قائم ہوتا ہے کہ اُن تمام افراد جن کے ذمہ شہادتیں اکٹھی کرنا اور تفتیش کرنے کا کام تھا، نے ملی بھگت سے یہ طے کیا ہوا تھا کہ وہ سچ نہیں بولیں گے یا کم از کم مکمل سچائی کو باہر نہیں آنے دیں گے۔ یہ امر مساوی طور پر پریشان کن ہے کہ ذیلی عدالتیں متذکرہ تضادات اور خالصتاً جھوٹ پر دھیان دینے میں ناکام رہیں۔ تمام متعلقہ افراد یقیناً اچھی طرح کام کر سکتے تھے اگر انہوں نے اللہ تبارک تعالیٰ کے ان احکامات جو قرآن کریم میں درج ہیں پر دھیان دیا ہوتا:

ترجمہ:

> اے ایمان والوں !خدا کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو۔ اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور خدا سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے (سورۃ

المائدہ آیت 8)

ترجمہ:

اے ایمان والو !انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لئے سچی
گواہی دو خواہ(اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور
رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو
خدا ان کا خیر خواہ ہے۔ تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل
کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم پیچیدہ شہادت دو گے
یا(شہادت سے)بچنا چاہو گے تو(جان رکھو) خدا تمہارے
سب کاموں سے واقف ہے (سورۃ النساء آیت 135)

21۔ ریکارڈ کے جائزے سے ایسے اشارے ملتے ہیں کہ اپیل گزار جو ایک عیسائی خاتون ہے اور اس کی مسلمان ساتھی خواتین کے مابین فالسے کے کھیت میں وقوعہ کے دن کچھ ہوا تھا اور اس پس منظر میں بعد ازاں با قاعدہ پانچ روز تک سوچ و بچار اور منصوبہ بندی کرنے کے بعد اپیل گزار پر توہینِ رسالتؐ کے ارتکاب کا الزام لگایا گیا۔ یہ بدقسمتی ہے کہ تمام چارجی گواہان جو شکایت کنندہ فریق نے پیش کئے یعنی قاری محمد سلام شکایت گزار (PW1) معافیہ بی بی (PW2)، اسماء بی بی (PW3) اور محمد افضل (PW4) اس خاص واقعہ کے متعلق مکمل خاموش رہے اور یہ عدالتی گواہ محمد ادریس (CW1) اور سینئر تفتیشی آفیسر محمد امین بخاری، سپر نٹنڈنٹ (انوسٹی گیشن)(PW6) تھے جنہوں نے اس بابت خاموشی توڑی اور تصویر کا دوسرا رخ بھی ظاہر کیا۔ محمد ادریس (CW1) کی جانب سے ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو دیئے گئے بیان کے مطابق اس کو پتہ چلا کہ اپیل گزار نے اشتعال انگیز الفاظ استعمال کئے جب اپیل گزار اور دیگر ساتھی خواتین کے مابین پانی پلانے کے معاملے پر جھگڑا ہوا۔ اس جھگڑے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مذکورہ گواہ جو متعلقہ فالسے کے کھیت کا مالک بھی تھا نے یہ آشکار کیا کہ کھیت میں ساتھ کام کرتے ہوئے وہاں موجود خواتین نے پانی پینا چاہا اور اپیل گزار کو پانی لانے کا کہا لیکن معافیہ بی بی (PW2) اور اسماء بی بی (PW3) نے کہا کہ وہ اپیل گزار کے ہاتھ سے پانی نہیں پیئیں گی کیونکہ وہ عیسائی ہے۔ محمد امین بخاری، سپر نٹنڈنٹ پولیس (انوسٹی گیشن) (PW6) نے بھی ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو بیان دیا کہ دوران تفتیش اس کے علم میں یہ آیا کہ فالسے کے کھیت میں کام کرتے ہوئے ایک خاتون نے پانی مانگا جب اپیل گزار نے اس کو پانی پیش کیا تو اس مسلمان عورت نے پانی

پینے سے انکار کر دیا کہ وہ ایک عیسائی خاتون کے ہاتھ سے پانی نہیں پیئے گی۔اس نے یہ بھی تصدیق کی کہ اپنے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے بیان میں محمد ادریس (CW1) نے بیان کیا تھا کہ اپیل گزار اور استغاثہ کی جانب سے جو گواہان پیش ہو رہی ہیں ان کے درمیان پانی پلانے کے معاملے پر جھگڑا ہوا تھا۔ریکارڈ سے ظاہر ہے اور یہ انتہائی افسوسناک ہے کہ جب اسماء بی بی سے اپیل گزار اور اسماء بی بی کے مابین پانی پلانے پر ہونے والے جھگڑے کے متعلق وکیل صفائی نے دورانِ جرح سوال تجویز کیا تو اس نے اس امر سے انکار کیا۔اسماء بی بی (PW3) کے اس انکار نے مجھے حیران نہیں کیا کیونکہ ایف آئی آر میں اور گواہان کے ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو دیئے گئے بیانات جو انہوں نے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت دیئے میں شکایت کنندہ فریق کے تمام نجی گواہان جن میں قاری محمد سلام (PW1)، معافیہ بی بی (PW2)، اسماء بی بی (PW3) اور محمد افضل (PW4) میں شامل ہیں نے مقدمے کے اس حقیقی پہلو کے متعلق اپنی زبان بندہی رکھی اور مقدمے کا یہ رخ صرف عدالتی گواہ اور ایک تفتیشی افسر کے بیان کے بعد ظاہر ہوا جو دونوں خودمختار گواہان تھے۔

22۔ شکایت کنندہ فریق کی جانب سے متذکرہ بالا اہم حقیقت کی پردہ پوشی مقدمے کے جائز درست اور شفاف فیصلے کی راہ میں حائل رکاوٹ ہے۔مقدمے کا ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ اپیل گزار اور اس کے آباء واجداد 1947 میں قیامِ پاکستان سے پہلے سے اس ہی گاؤں میں رہائش پذیر ہیں اور اس تمام عرصے میں کبھی بھی وہاں رہنے والوں کے درمیان مذہبی معاملے پر کوئی جھگڑا نہیں ہوا ہے۔اس ضمن میں اپیل گزار کے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت دیئے گئے بیان کو یہاں ایک بار پھر پڑھنا مفید ہوگا۔

"میں ایک شادی شُدہ خاتون اور دو بچوں کی ماں ہوں میرا خاوند ایک غریب مزدور ہے میں محمد ادریس کے کھیتوں میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ روزانہ کی اُجرت کے عوض فالسے چُننے جایا کرتی تھی ۔ مبینہ وقوعہ کے روز میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ کھیتوں میں کام کر رہی تھی ۔مسماۃ معافیہ اور مسماۃ اسماء بی بی (گواہان استغاثہ)کے ساتھ پانی بھر کے لانے پہ جھگڑا ہو گیا جو میں نے اُن کو پیش کرنا چاہا لیکن اُنہوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا چونکہ میں عیسائی ہوں اس لیے وہ کبھی بھی میرے

ہاتھ سے پانی نہیں پیئے گی اِس بات پر میرے اور استغاثہ کی
گواہان خواتین کے درمیان جھگڑا ہوا اور کچھ سخت الفاظ کا
تبادلہ ہوا ۔ اس کے بعد استغاثہ کی گواہان قاری سلام / شکایت
گزار تك اُس کی بیوی کے ذریعے پہنچی جو اُن دونوں خواتین کو
قر آن پڑھاتی تھی ، اِن استغاثہ کے گواہان نے قاری سلام سے مل
کر سازش کے تحت میرے خلاف ایك جھوٹا مقدمہ گھڑا ۔ میں نے
پولیس کو کہا کہ میں بائیبل پر حلف اُٹھانے کو تیار ہوں کہ میں
نے کبھی حضرت محمد ﷺ کے متعلق توہین آمیز الفاظ بیان
نہیں کیے۔ میں قرآن اور اللہ کے پیغمبرؐ کے لیے دِل میں عزت اور
احترام رکھتی ہوں لیکن چونکہ پولیس بھی شکایت گزار سے ملی
ہوئی تھی اس لیے پولیس نے مجھے اس مقدمے میں غلط طور پر
پھنسایا۔ استغاثہ کہ گواہان سگی بہنیں ہیں اور اِس مقدمے میں
مجھے بدنیتی سے پھنسانے میں دلچسپی رکھتی ہیں کیونکہ اِن
دونوں کو میرے ساتھ جھگڑے اور سخت الفاظ کے تبادلے کی وجہ
سے بے عزتی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ قاری سلام /شکایت
گزار بھی مقدمے میں اپنا مفاد رکھتا ہے کیونکہ یہ دونوں خواتین
اُس کی زوجہ سے قرآن پڑھتی رہیں تھیں۔ میرے آبائو اجداد اِس
گائوں میں قیامِ پاکستان سے رہائش پذیر ہیں۔ میں بھی تقریباً
چالیس برس کی ہوں ۔ وقوعے سے پہلے ہمارے خلاف کبھی بھی
اِس قسم کی کوئی شکایت نہیں کی گئی ۔ میں عیسائی مذہب
سے تعلق رکھتی ہوں اور گائوں میں رہتی ہوں لہٰذا اسلامی
تعلیمات سے نا بلد ہونے کی وجہ سے میں کیسے اللہ کے نبی ﷺ
اور الہامی کتاب یعنی قرآن پاك کے بارے میں توہین آمیز الفاظ
استعمال کرتے ہوئے بے ادبی کی مُرتکب ہو سکتی ہوں۔ استغاثہ
کا گواہ ادریس بھی ایسا گواہ ہے جو مقدمے میں اپنا مفاد رکھتا

ہے کیونکہ اُس کا متذکرہ بالاخواتین سے قریبی تعلق ہے"۔

اپیل گزار کے بیان کے تناظر میں استغاثہ کی جانب سے پانی پلانے کے معاملے پر جھگڑا ہونے کی حقیقت کو چھپانے اور عدالتی گواہ اور اعلیٰ تفتیشی آفیسر کے بیان میں مذکورہ جھگڑے کی تصدیق کے متعلق دو امکانات ہیں جو اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں: اولاً، اپیل گزار نے اشتعال انگیز الفاظ اپنی ساتھی مسلمان خواتین کے ہاتھوں اپنے مذہب کی توہین اور اپنے مذہبی جذبات مجروح ہونے کے بعد کہے یا دوئم، اپیل گزار اور اس کی مسلمان ساتھی خواتین کے درمیان جھگڑا ہونے کی وجہ سے اپیل گزار کی جانب سے کوئی اشتعال انگیز الفاظ استعمال نہ کرنے کے باوجود مسلمان خواتین نے اپنے جھگڑے کے متعلق دوسروں کو بتایا جنہوں نے معاملے پر پانچ روز تک غور و فکر کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ وہ اپیل گزار کو توہینِ رسالت ﷺ کے جھوٹے الزام میں پھنسائیں گے۔ ان دونوں ممکنات کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے۔

23۔ محمد ادریس (CW1) اور محمد امین بخاری، ایس پی انوسٹی گیشن (PW6) نے ابتدائی عدالتِ سماعت کے روبرو جو بیان دیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مبینہ توہینِ رسالت ﷺ کا ارتکاب عیسائی اپیل گزار نے اپنی مسلمان ساتھی خواتین کے ہاتھوں اپنے مذہب کی توہین کروانے اور اپنے مذہبی جذبات مجروح ہونے کے بعد کیا کیونکہ وہ یسوع مسیح پر یقین رکھتی تھی اور حضرت عیسیٰؑ کی پیروکار تھی۔ قرآن کریم کے مطابق ایک مسلمان کا عقیدہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ پاک اور اللہ کے دیگر پیغمبروں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام (ابنِ مریم) بھی شامل ہیں یہ اور تمام الہامی کتب بشمول انجیل (Bible) پر یقین نہ رکھے۔ اس تناظر میں اپیل گزار کے مذہب کی مسلمان ساتھی خواتین کی جانب سے توہین بھی مذہب کی توہین (blasphemous) سے کم نہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جو تمام مخلوق کا خالق ہے جانتا ہے کہ ایک انسان کے مذہب یا مذہبی جذبات کی توہین کرنا مشتعل کرنے کے مترادف ہے اور اس وجہ سے قرآن کریم میں حکم دیا گیا کہ:

ترجمہ:

اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو

برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو بے ادبی سے بے سمجھے

برا(نہ) کہہ بیٹھیں۔ اس طرح ہم نے ہر ایک فرقے کے اعمال (ان کی نظروں میں)اچھے کر دکھائے ہیں۔ پھر ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے تب وہ ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔ (سورۃ الانعام، آیت 108)

اپیل گزار کی مسلمان ساتھیوں نے اپیل گزار کے مذہب جس کی وہ پیروی کرتی ہیں اور معبود پر اُس یقین کی توہین کرتے ہوئے اللہ تبارک تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کی اور اگر اپیل گزار کے خلاف لگائے گئے الزامات کو درست مان لیا جائے تب بھی اپیل گزار کا بیان کردہ ردِعمل اس سے مختلف نہیں تھا جس کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ نے تنبیہہ کی ہے۔

24۔ استغاثہ کی جانب سے دی گئی شہادتوں میں موجود سنگین تضادات کے تناظر میں یہ یکساں طور پر معقول محسوس ہوتا ہے کہ اپیل گزار اور اس کی مسلم ساتھی خواتین کے مابین جائے وقوعہ پر ایک جھگڑا ہوا جس میں اپیل گزار نے کسی قسم کے توہین آمیز الفاظ نہیں کہے، مسلم خواتین نے جھگڑے کی اطلاع دیگر افراد کو دی جنہوں نے پانچ دن کے طویل عرصے اس پر غور وفکر اور منصوبہ بندی کی اور اپیل گزار کے خلاف توہین رسالت ؐ کا جھوٹا الزام لگانے کا فیصلہ کیا اگر ایسا تھا تو مقدمہ ہذا کی مسلمان گواہان نے ہمارے پیارے نبی کریم ؐ کے عیسائی مذہب کے پیروکاروں سے کیے گئے میثاق کی خلاف ورزی کی۔ جان۔اے۔مورو نے اپنی کتاب ''پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ؐ کے دنیا کے عیسائی مسلمانوں سے کئے گئے معاہدات'' (شائع شدہ انجلیکو پریس 01.09.2013) میں ایسے بہت سے معاہدات جو پیغمبر خدا حضرت محمد ؐ نے عیسائی مذہب کے پیروکاروں سے کئے کا تذکرہ اور اندراج کیا ہے ان میں سے ایک معاہدہ ''جبلِ سینا کے راہبان سے حضرت محمد ؐ کا میثاق'' کہلاتا ہے۔ 628 ہجری کے قریب ''سینٹ کیتھرین ک خانقاہ'' جو دنیا کی قدیم ترین خانقاہ ہے اور مصر کے جبلِ سینا کے دامن میں واقع ہے کا ایک وفد نبی کریم ؐ کے پاس آیا اور اپنے تحفظ کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی اور ان کو ایک ''میثاق حقوق'' عطا کیا گیا۔ مذکورہ ''میثاق حقوق'' جس کو ''سینٹ کیتھرین سے عہد'' بھی کہا جاتا ہے عربی زبان سے انگریزی زبان میں ڈاکٹر اے ظہور اور ڈاکٹر زیڈ حق نے اس طرح ترجمہ کیا۔ ''یہ محمد ؐ ابنِ عبداللہ کی جانب سے دور و نزدیک بسنے والے ان افراد جنہوں نے عیسائی مذہب اختیار کیا کے لئے پیغام (معاہدے کی صورت میں) ہے کہ ہم اُن کے ساتھ ہیں۔ حقیقت میں خود، خدمت گار اور مددگار اور میرے پیروکاران کا دفاع کریں گے کیونکہ عیسائی میرے شہری ہیں اور خدا کی قسم! میں ہر اس عمل کے خلاف ہوں جو انہیں ناخوش کرے

گا۔ان پر کوئی پابندی نہیں نہ ہی ان کے منصفین کو اپنے عہدوں سے ہٹایا جائے گا اور نہ ہی ان کے راہبان کو ان کی خانقاہوں سے الگ کیا جائے گا۔کسی کو بھی ان کے گھروں کو تباہ کرنے نقصان پہنچانے اور وہاں سے کچھ اٹھا کر مسلمانوں کے گھر لے جانے کی اجازت نہ ہوگی۔جو کوئی ان میں سے کچھ لے کر جائے گا وہ اللہ سے معاہدہ شکنی کرے گا اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی کرے گا۔درحقیقت وہ میرے دوست ہیں اور ہر وہ شخص جو ان سے نفرت کرتا ہے سے تحفظ کے لئے ان کے ہمراہ میری میثاق ہے۔

کوئی بھی ان کو نقل مکانی پر مجبور نہیں کرے گا اور نہ ہی ان پر جنگ لڑنے کے لئے دباؤ ڈالے گا۔مسلمان ان کے لئے لڑیں گے۔اگر کوئی عیسائی خاتون کسی مسلمان سے شادی کرتی ہے تو ایسا اس (خاتون) کی مرضی کے بغیر نہیں ہونا چاہیے اور اس کو عبادت کے لئے چرچ جانے سے نہیں روکا جائے گا۔ان کے چرچ (عبادتگاہوں) کی عزت کی جائے گی۔ ان کو نہ تو کبھی عبادتگاہوں کی مرمت سے روکا جائے گا اور نہ ہی ان کے مقدس معاہدوں سے قوم (مسلمانان) میں سے کوئی بھی قیامت کے دن تک اس میثاق سے نافرمانی/روگردانی نہیں کرے گا۔''

یہ عہد دائمی اور عالمگیری ہے اور محض سینٹ کیتھرین تک محدود نہیں ہے۔ مذکورہ میثاق کے تحت پیغمبرِ خدا کی جانب سے دیئے گئے حقوق حتمی ہیں اور نبی کریمؐ نے قرار دیا ہے کہ تمام عیسائی آپؐ کے رفقاء میں سے ہیں اور آپؐ نے عیسائیوں کے ساتھ ناروا سلوک کو اللہ کی میثاق سے روگردانی قرار دیا۔ یہ قابلِ ذکر ہے کہ مذکورہ میثاق میں عیسائیوں پر استحقاق کے حصول کے لئے کوئی شرط عائد نہیں کی گئی اور یہ ہی کافی ہے کہ وہ عیسائی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کو اپنے عقائد میں ردوبدل کی ضرورت نہیں نہ ہی کوئی قیمت ادا کرنی ہے اور نہ ہی ان پر کوئی ذمہ داری ہے۔ یہ میثاق حقوق کے متعلق ہے بغیر فرائض کے یہ واضح طور پر حقِ جائیداد، آزادئ مذہب، آزادئ عمل اور شخصی حقوق کو تحفظ دیتا ہے۔

25۔ یہ بدقسمتی ہے کہ زیرِ نظر مقدمے میں ناموسِ رسالتؐ (پیغمبریت کی تعظیم اور تقدس) کے مقدس نظریے کو استعمال کرتے ہو۔پیغمبرؐ خدا حضرت محمدﷺ کے متذکرہ عہد جو آپؐ نے عیسائی فرقے سے تعلق رکھنے والوں سے کیا تھا کی پاسداری نہ کی گئی۔ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ فالسے کے کھیت میں ہونے والے جھگڑے کے بعد دروغ گوئی کی دعوتِ عام ہوئی اور شکایت کنندہ فریق جس کی قیادت قاری محمد سلام شکایت گزار کر رہا تھا نے قرآنِ کریم میں درج اللہ تبارک تعالیٰ کے درج ذیل حکم کی جانب کوئی توجہ نہ دی جو اس طرح ہے:

ترجمہ:

> اے ایمان والو !انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لئے سچی گواہی دو خواہ(اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو خدا ان کا خیر خواہ ہے۔ تو تم خواہشِ نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم پیچیدہ شہادت دو گے یا(شہادت سے)بچنا چاہو گے تو(جان رکھو) خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے (سورۃ النساء آیت 135)

حتیٰ کہ اگر مقدمہ ہذا میں اپیل گزار کے خلاف عائد الزامات میں زرہ بھر بھی سچائی ہے تب بھی استغاثہ کی شہادتوں میں اوپر بیان کردہ سنگین تضادات واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ مقدمہ ہذا میں سچائی کو بہت سی ایسی باتوں سے گڈ مڈ کیا گیا ہے جو سچ نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ شکایت کنندہ فریق کے مسلمان گواہان نے درج ذیل قرآنی آیت میں دیئے گئے اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم کو فراموش کر دیا:

ترجمہ:

> اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ، اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپا ۔(سورۃ البقرہ آیت 42)

توہین رسالتؐ ایک سنگین جرم ہے لیکن شکایت کنندہ فریق کی جانب سے اپیل گزار کے مذہب اور مذہبی احساسات کی توہین اور پھر اللہ کے نبیؐ کے نام پر سچ میں جھوٹ کو ملانا بھی توہینِ رسالتؐ سے کم نہیں ہے۔ یہ ایک سنگین مذاق ہے کہ عربی زبان میں ''آسیہ'' لفظ کے معنی ''گنہگار'' ہیں لیکن زیرِ نظر مقدمے میں اس کا کردار شیکسپئر کے ناول (کنگ لیئر (King Leare کے الفاظ میں ''گناہ کرنے سے زیادہ گناہ کا شکار'' جیسا ہے۔

26۔ جو کچھ بھی اوپر بیان کیا گیا ہے اس کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی عار نہیں کہ استغاثہ اپیل گزار کے خلاف اپنا مقدمہ بلا شک وشبہ ثابت کرنے میں ناکام رہی ہے۔ لہٰذا اپیل ہذا کو منظور کیا جاتا ہے۔ ذیلی عدالتوں کی

جانب سے اپیل گزار کو دی گئی اور برقرار رکھی گئی سزا ختم کی جاتی ہے اور اس کو شک کا فائدہ دیتے ہوئے الزام سے بری کیا جاتا ہے۔ اگر اس کو کسی دوسرے مقدمے میں جیل میں رکھنا مقصود نہ ہے تو اس کو فوری طور پر جیل سے رہا کیا جائے گا۔

جسٹس آصف سعید خان کھوسہ

جج